القول الجمیل

فی

تصدیق المثیل

جسے

مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی سیالکوٹی مرید مخلص

حضرت اقدس مسیح الزمان کی تالیف کر کے مفت تقسیم کیا

جون سنہ ۱۸۹۱ء

مطبوعہ پنجاب پریس سیالکوٹ

رسالہ رد تناسخ

پچیس جلد کے خریدار کو بیس فیصدی - اور سو جلد کے
خریدار کو پچیس فیصدی کمیشن دیا جاوے گا

یہ رسالہ تصدیق البراہین جلد دوم کا آغاز ہے - شائقین کے وفور اشتیاق
کے باعث ہمنے اسکو علیحدہ چھاپ دیا ہے - اس رسالہ سے ناظرین
قیاس کرسکینگے کہ تصدیق جلد دوم کس قدر قیمتی اور مفید ہوگی
ایسے ایسے بیسیوں نادر مضمونوں کے مستقل اور ضخیم رسالوں کا
مجموعہ ہوگی - مولانا مولوی نور الدین صاحب نے اس رسالے
مین تناسخ کی تردید میں پینتیس جواب دئے ہیں - اور ایسی متانت
فصاحت اور نرم زبانی سے جواب دئے ہیں کہ مباحثہ کرنیوالوں اور مذہب غیر رکھنے
کرنیوالوں کو قابل اقتدا نمونہ دیا ہے - ایسا ہو سکتا تھا کہ ہم نمونہ کے طور پر اس
مین کوئی جواب یا اسکا کوئی حصہ نقل کرتے مگر حضرت مصنف کی مشہور عظمت اور
قبولیت نے ہمیں اس سے بے نیاز کر دیا ہے کہ اب کوئی نیا نمونہ دکھا کر ناظرین سے التفات و توجہ
کی درخواست کریں - یہ رسالہ نہایت خوشخط تصدیق کے کاغذ اور اسیکی تقطیع پر
میں چھپا ہے اور مشتہر سے نقد قیمت پر بذریعہ ویلیوپے ایبل ملسکتا ہے - قیمت ۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ضعیف بندگانِ حضرت صمدیت جلت نعمارہ وعمت آلاءہ ابو یوسف سیالکوٹی اپنی سچی زبان سے (جسے اُس قادرِ مطلق واہب العطایا نے گوناگون الفاظ اور رنگا رنگ مضامین کے اظہار کی قدرت بخشی ہے۔ راستی اور سچائی کے کلمات یقین اور تصدیق کے بیانات کو اُسپر جاری فرمایا ہے۔ الہام اور وحی کے اُن عالی احکام کی تصدیق کے مؤثر کلمات کے بیان کا آلہ بنایا ہے) چند باتیں بیان کرتا ہے وہ باتیں جنہیں رب البریہ خالق کل نے اپنے خاص فضل وکرم اور اپنی عین عنایت شاملہٗ حال کمترین سے آخر اللیل میرے صاف دل پر جو توحید اور تصدیق کے نور سے مملو ہے القا فرمایا۔ وھوھذا۔

اے خوش اعتقاد راستی کے دوست توحید کے فدا سرگرم محبت اولیا۔ خواب غفلت سے جاگ اور اپنی خواب آلود آنکھوں کو جو حرمان کے چیکٹ سے بھری ہوئی ہیں خوش قسمتی اور سعادتمندی کے رومال سے صاف کرکے حسن اعتقاد اور ارادت کامل کے وضو سے طاہر ہوکر ہمارے ایک خاص بھیجے ہوئے پاکباز برگزیدے ممتاز بندے کی تصدیق کی آواز ہر ایک غفلت زدہ

پہونچا دے۔ تا ہماری حجت دنیا میں قائم
ہو۔ و خصلت آدمی کے کان میں پہونچا دے۔ تا ہماری حجت دنیا میں قائم
ہو جاوے اور ہر ایک راستباز مصدق اور کج نہاد مکذب علیحدہ علیحدہ
متمیز ہو جاوے +

پس قسم ہے مجکو اُسکے عزو جلال کی (جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان
ہے) میں اس القا کے بعد کچھ عرصہ تک سکتہ کے عالم میں متفکر تھا۔ کہ
میرے دل نے ایک زبردست جوش مارا۔ اُسوقت مینے اپنے تئیں بجود متزلزل
خاشع الانسان پایا۔ صبح کی نماز کے لئے اُٹھا مسجد میں جاکر جماعت کے شامل
اپنے معبود حقیقی رب العالمین کے سامنے سربسجود ہوا تو یکایک ایک خاص
فیضانی نور نے میرے دل میں وہ پُرتاثیر روشنی بخشی۔ جسکے اثر سے مینے اپنے
تئیں ہمہ تن تضرع اور خشوع مجسم پایا اور میری مشتاق روح بغایت
متلذذ اور محظوظ ہوئی +

بعد فراغ از نماز مینے اس حکم متذکرہ بالا کو ضروری اور حتمی جانکر قلمبند
کرنا شروع کیا تا بذریعہ طبع و اشتہار ہر ایک مومن متبع کے پیش نظر کروں اور
اپنے اس عہد اور ذمے سے (جس پر میں روحانی طور پر مامور ہوا ہوں)
بر آؤں +

اے میرے بھائیو۔ اے مومنو۔ اے اُس واحد لاشریک لہ مولے کے بندو!
اے میرے آقا میرے سردار میرے محبوب روحانی طبیب دونوں جہان کے
بادشاہ (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیاری اُمت۔ خواب غفلت سے جاگو

۳

در اپنے تہ بہ تہ جہالت کے پردوں کو جنہوں نے تمہاری عزیز عقل کو خس و خاشاک کے نیچے دبے ہوئے پاک چشمے کی طرح معطل اور بے کار کر دیا ہے اُٹھا دو اور اپنے اعتقاد کی اندھیری کوٹھڑیوں کو تصدیق اور یقین کے ضیا بخش لمپوں سے روشن کر کے اُس مطلع انوار ساطع اور منبع اشعۂ لامعہ کی طرف دوڑو جس کے نوروں کے اقتباس سے تمہاری روحانی زندگی کے مکدر چہرے کی سیاہی دور ہو جائے اور تمہاری ذمیمہ خصایل کے ناپاک دھبے جو تمہارے اسلامی اخلاق کی صاف و شفاف چادر پر جم گئے ہیں اُڑ جاویں ؛

وہ راست باز حمیدہ خصائل (جس کی تصدیق کی اشاعت کا میں مامور ہوں) حضرتنا و مولٰنا و مرشدنا و امامنا حضرت اقدس مسیح الزمان مجدد دوران میرزا غلام احمد صاحب (سلمہ الرحمان) مصنف کتاب مستطاب براہین احمدیہ ہیں جن کے فیض کے نور سے تمام عالم منور ہو گیا۔ جن کے اشعۂ کمال اور تجلیات جمال سے دنیا کے عظیم الشان محل کے کنگرے چمک اُٹھے۔ **قطعہ**

از انفلاقِ صبحِ فیوضِ مسیحِ من	روز منور آمدہ لیل الیویٰ
زیں اخترِ بریق کہ شرقست مطلعش	گردید نور یاب جہانِ قلوب

پس مرحبا اور مبارک ہے اُن لوگوں کو جنہوں نے اِس وقت اور زمانہ کو غنیمت جانکر اِس راستباز بزرگ کے دامن تصدیق میں ہاتھ مارا اور ہیہات اور افسوس ہے اُن کے لئے جنہوں نے اس نور بخش ضیا کیش متشرع ہادی کی تکذیب اور تکفیر کی راہ میں قدم اُٹھایا جو بمصداق یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا بعد میں پچھتائیں گے و بمقتضائے خسر الدنیا والاخرۃ خسران اور نقصان اُٹھائیں گے - اللھم احفظنا من بلاء تکذیبہ ولا تجعلنا من القوم الذین تاخذھم بتکفیرہ وتعذیبہ +

جو لوگ اُن کی مجالس میں حاضر ہوکر اسرار اور معارف کے دقایق و بیانات - اور آیات بینات قرآنیہ کے عجیب و غریب معانی و نکات کے سُننے یا حاصل کرنے سے مستفیض ہوں گے وہ ضرور اپنی روحانی زندگی کے لئے عمدہ سرمایہ جمع کرینگے جو لوگ متشکک فی الاسلام یا منکر اسلام ہیں اُنکی ضلالت کے زہریلے سانپ کے مُہلک نیش کے لئے - اِن کا نفس نفیس اعلےٰ درجے کا تریاق ہے - وہ لوگ جن کی آنکھوں پر کدورت اور جہالت کی جھلّیاں چھائی ہوئی ہیں - اُن کی کم نظر آنکھوں کے لئے آپ کے پُر نور چہرے کا چشمہ درکار ہے

اُن لوگوں کے لئے جنھیں ہزارہا سال سے میسحائے جان بخش کی غیر منقطع امید لئے تھکا دیا ہے جناب کا وجود باوجود نجات بخش الانتظار اشد من النار ہے۔ وہ ہدایت کی آنکھوں کے بے بصارت اندھوں کو روشنی بخشیں گے۔ وہ ایمان اور یقین کی صحت زائلہ کا استرداد کرکے یہود خصلت کوڑھیوں کو چنگا کریں گے۔ وہ صلیبی مذہب کی ناپسندیدہ صورت کو اپنی روحانی ضربات سے چور چور کریں گے۔ وہ یہودیت اور عیسائیۃ کو محمدیۃ سے بدل کر ان مخلوق پرست قوموں کو خالق صد کی توحید کے نور سے منور کریں گے۔ وہ مردم صورت خنزیر سیرت آدمیوں کو خدا کی آیات بیّنات کی تاثیر کی سیاست انداز سرکٹ تلوار سے مقتول اور معدوم کریں گے۔ (قطعہ)

سیفِ کلامِ حق چو درخشد ز دست او + صدہا دروغ دعوی اعدا ہیے ورد[1]
چوں صرصرِ دلائلِ مستحکمش وزد + انبارہائے شُبہ چو خاشاک ...

اے میرے مالک میرے مولےٰ۔ رب العالمین اپنے عاجز بندوں کے نوازنے والے مُجھ مصدق کی روح کی نورانی آنکھوں میں اُن کے پُر نور جمال کی روشنی بخش دے۔ اور میرے شنوا کانوں میں اُن کے سچے بیانات کے مؤثر اور لطیف کلمے

آمین ثم آمین ۵

[1] جمع ورد - زرہ ۱۲

ہیں بڑی متعجبانہ اور حیرت افزا نگاہ سے اُن لوگوں کی طرف دیکھتا ہوں جنھوں نے باوجود فضل و کمال اور سابق تصدیق جناب مسیح الزمان سلمہ الرحمان کے اب آپ کی تکذیب کا بیڑا اُٹھا لیا ہے - کیا اُنھوں نے مطلق دعوے الہام کو ایک انوکھا نیا امر غیر واقعی تصور کیا ہے - یا نفس دعوے مثیلیت جناب ممدوح میں کچھ کذب اور غلطی پائی ہے +

صورت اول میں تو اسی قدر کہنا کافی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالے شانہ نے آدم سے لے کر تا ایں دم اس قاعدہ کو ایسا سلسلہ وار جاری فرمایا ہے کہ کوئی فرد کسی مذہب کا کیوں نہو اس وقوع یا وجود الہام سے انکار نہیں کر سکتا - ہاں اگر کسی کو اختلاف بھی ہوگا تو اُس کے لا تحدید اور لا انتہا ہونے میں ہوگا (جیسے آریہ مت کی کورانہ تقلید کے پیرو) - لیکن نفس وقوع یا وجود میں اُنھیں بھی انکار نہیں +

پس اگر اسلامیوں میں سے کوئی اس کے نفس وجود یا وقوع یا لا تحدید ہونے کا انکار کرے تو اُس نے بیشک خداوند عالم کے واجب الاتباع کلام اور جاری منقاد قانون کا انکار کیا (فافهموا یا اولی الابصار) +

صورت ثانیہ میں بھی اہل بصیرت ایمان دوست انصار اللہ

لوگوں کے لئے اتنا ہی ثبوت بس ہے - کہ ایک خدا ترس آدمی خدا کو وحدہ لاشریک جاننے والا اُس کے سچے کلام (قرآن مجید) کو ماننے والا - اُس کی توحید پر جان دینے والا - اُس کے سچے رسول کا جاں فدا عاشق - اُس کے پسندیدہ دین اسلام کے لوگوں کا دلی خیرخواہ - اسلام کی پستی سے گھبرانے والا - خدا کی طرف بلانے والا - اسلام کی مضطربانہ حالت دیکھ کر بلبلانے والا - خاشع - متضرع - شریعت کا خدمت گذار - اُمت پر جان نثار - مفتری کذاب مدعی نہیں ہو سکتا +

ارے بھائیو - ارے ایمان دارو - ذرا خود بھی اپنے دل میں غور کر کے خداوند عالم کی رسوم ابدیہ اور عادات جاریہ کا مطالعہ کرو اور اپنے مالک رب البریّہ کے سچے کلام کی طرف رُخ پھیرو تا تم پر یہ آسان سے آسان بات جسے تم عقدہ لاینحل سمجھتے ہو منکشف ہو جاوے - ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم +

ایسے جلد باز منکرین اور مکفرین کو لازم ہے کہ خوف الٰہی مدنظر رکھیں اور اُس کے برگزیدہ بندے کی تضحیک[۱] اور تذلیل نکریں

[۱] ہم کمال خاکساری اور انکساری سے عرض کرتے ہیں - نہیں - نہیں - نہیں - سخت افسوس سے کہتے ہیں - کہ جناب مولانا و اولینا ابو سعید محمد حسین صاحب نے (جنہیں

تا کہ اُس کے برگزیدے کی اہانت کے وبال کا نہ ٹلنے والا عذاب اُنھیں اچانک نہ دبوچ لے۔ ؎ ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد + تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد + ارے انصاف کی آنکھیں نہ رکھنے والو اہل اللہ کے وسائط اور وسائل کو نہ سمجھنے والو۔ ٹھیرو۔ ٹھیرو۔ صبر کرو۔ خدا سے ڈرو۔ بصیرت کی آنکھیں لاؤ۔ شناخت کا مادہ

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۷۔ہم اپنے سے کیا ایک جم غفیر علماء سے برتر مقام کا آدمی محقق فی الدین خیال کرتے ہیں) بجائے تحقیق و تنقیح اس امر کے (جو اُنکا لازمی حق تھا) تضحیک اور تذلیل کو اپنا شیوہ ٹھرایا۔جو اتنے بڑے عالم کے شان سے کوسوں بعید ہے۔ہمارے نزدیک اس سے درحقیقت مولانا ممدوح کی کسر شان ہے۔اور جناب مسیح الزمان (سلمہ الرحمان) کے حق میں مفید۔اگرچہ بسبب حسن ظن بمقتضائے (الحب للہ والبغض للہ) مولانا صاحب کے اس خلاف اور بغض کو ہم نیکی پر ہی محمول کرتے ہیں۔لیکن بقول شخصے ؎ عدو شود سبب خیر چوں خدا خواہد + خمیر مایۂ دُکانِ شیشہ گر سنگ است + مولینا صاحب کے حق میں اس تضحیک اور تذلیل کو قطعاً مفید پڑتے نہیں دیکھتے۔اور نیز ہمارے نزدیک بجز عجز کے (جسے اُنہوں نے تضحیک کے پیرایہ میں ٹالا ہے) اور کچھ نہیں کیونکہ ایسے بڑے دعوے کے سامنے اڈیٹرانہ پیش بندیوں سے تضحیک (بجز اثبات عجز) اور کیا متصور ہو سکتا ہے۔تضحیک اور تحقیق میں فرق بیّن ہے؟ مصرع (ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا) منہ

پیدا ہو [illegible] نے ڈالا آگیا۔ توبہ کرو رجوع کرو۔ پہچانو۔ مانو۔ انکار کی عادت سے بچو۔ قرآن پر نظر ڈالو۔ بخاری شریف[2] کھول کھول کر پڑھو۔ ہٹ دھرمی اور لفظی بحث نکرو۔ خدا کے کلام۔ اور رسول کے زبان کے استعارات سے کام لو۔ مجاز کو حقیقت پر محمول نہ کرو ورنہ تمہاری بلاغت دانی میں بٹہ لگے گا اور سخت مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ ایک دائمی غیر منقطع امید کے تھکا دینے والے سنگین وزن بوجھ کے نیچے دب جاؤ گے۔

ارے لوگو قہرِ خدا سے بچو تم — خلافِ رہِ مصطفےٰ سے بچو تم

محمد کے نائب کی تعظیم کیجے — خلافِ امام الہدا سے بچو تم

کرو مت خدا کے ولی کی اہانت — بچو آنے والی بلا سے بچو تم

نبی نے کہا وہ تمہیں[1] میں سے ہوگا — اب انکارِ حق کی سزا سے بچو تم

وہ جب مہبطِ وحی رب العلےٰ ہے — تو توہینِ رب العلےٰ سے بچو تم

بشاراتِ حقہ کا مصداق ہے وہ — بشیر و نذیر الورے سے بچو تم

ہے انکارِ حق تمکو کیا ماجرا ہے؟ — ذرا سوچ اس ماجرا سے بچو تم

[1] چونکہ ہمارے مرشد حضرت اقدس (سلمہ الرحمان) نے اپنے رسالہ ازالۃ الاوہام میں اس امر میں کافی و وافی بحث کی ہے۔ اور آیات و احادیث کی توجیہات و ترجیحات عمدہ طور پر لکھی ہیں۔ اسلئے ہم نے التزام دلائل کو کسی قدر ضروری نہ سمجھکر چھوڑ دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ عنقریب مطالعہ میں آجاویں گے۔ منہ

[2] اس بارے میں نہایت صاف اور واضح حدیث نبوی وہ ہے جو امام محمد اسمٰعیل

کسی نے بھی آگے یہ دعوے کیا تھا | اب انکار کے ادعا سے بچو تم

مسیحا یہ ہی ہے جو آنا تھا آیا | اسے مانو تا ابتلا سے بچو تم

مسیح ابن مریم کا وعدہ نہیں ہے | اب اس اپنی خالی صدا سے بچو تم

اُنہیں کیوں نکالو ہو خلدِ بریں سے | خدا کے لئے اس جفا سے بچو تم

کہیں وعدۂ حق بھی ہوتا ہے جھوٹھا | بچو دعوئے بے بنا سے بچو تم

جسے کر دیا حق نے جنت میں داخل | پھر اُس کی اُمیدِ لقا سے بچو تم

مثیلِ مسیح ابنِ مریم ہے آیا | اب اُسکی خلافِ رضا سے بچو تم

مبارک کی تمکو یہی ہے نصیحت | کہ الزامِ روزِ جزا سے بچو تم

دیکھو تو کیا اس برگزیدے بزرگ کی ضرورت کا زمانہ نہیں آیا تھا؟ کیا مسلمانوں میں یہودیت اور عیسائیت پیدا نہ ہو گئی تھی کیا بحکم لا یبقی من الاسلام الا الاسم والرسم کا وقت نہیں پہونچا

(بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۹) بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لکھی ہے اور وہ یہ ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم - یعنے اُس دن تمہارا کیا حال ہوگا - جب ابن مریم تم میں اُترے گا وہ کون ہے؟ وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا جو تم ہی میں سے پیدا ہوگا - پس اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا کہ ابن مریم سے یہہ مت خیال کرو کہ سچ مچ مسیح بن مریم ہی اُتر آئے گا - بلکہ یہ نام استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے - ورنہ درحقیقت وہ تم میں سے تمہارا ہی قوم

کیا خداوند عالم کی دستگیری کا موقع نہیں آیا؟ کیا کفار کے اقبال کا ایک چشم (بے ایمان) دجال چاروں طرف عالم میں متسلط نہیں ہوگیا؟ - کیا اُس کا عالم گرد گدھا (ریل) شرق سے غرب تک دنیا میں نہیں پھر گیا - سوچو بھائیو سوچو - کورانہ تقلیدیوں کی طرح اپنی عقل اور فہم کے دشمن مت بنو - پاک باز روشن ضمیر یہی روح کے آدمی روح القدس سے مدد دیئے گئے خداوند عالم

حاشیہ متعلق صفحہ (۱۰)

میں سے تمہارا ایک امام ہوگا - جو ابن مریم کی سیرت پر پیدا کیا جائیگا - اس جگہ پرانے خیالات کے لوگ اس حدیث کے معنے اس طرح پر کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح آسمان سے اُتریں گے تو وہ اپنے منصب نبوت سے مستعفی ہوکر آئیں گے انجیل سے اُنہیں کچھ غرض نہیں ہوگی امت محمدیہ میں داخل ہوکر - قرآن شریف پر عمل کریں گے - پنج وقت نماز پڑھیں گے اور مسلمان کہلائیں گے !!! - مگر یہ بیان نہیں کیا گیا - کہ کیوں اور کس وجہ سے یہ تنزل کی حالت اُنہیں پیش آئے گی ! بہرحال اس قدر ہمارے بھائیوں مسلمان محمدیوں نے آپ ہی مان لیا ہے کہ ابن مریم اس دن ایک مرد مسلمان ہوگا جو اپنے تئیں امت محمدیہ میں سے ظاہر کرے گا اور اپنی نبوت کا نام بھی نہ لے گا جو پہلے اُسکو عطا کیگئی تھی اور درحقیقت یہی ایک بھاری مشکل ہے کہ جو استعارہ کو حقیقت پر حمل کرنے سے ہمارے بھائیوں کو پیش آگئی ہے جسکی وجہ سے انہیں ایک نبی کا

کے برگزیدے کی جس کی تم سالہا سال سے انتظاری کر رہے تھے اور اپنے پاک آقا۔ مولےٰ۔ سچے رسول بانی انت واحیؐ (صلے اللہ علیہ وسلّم) کی زبانی دعے دئے گئے تھے) سردست تکذیب مت کرو۔ تاکسی آنے والی بلا کے گرفتار نہو جاؤ۔ کیا تم اس شخص کی نسبت جسکی سوانح عمری (لائف) تمہارے پیش نظر ہے۔ جسکی طرف تم بجز حسن کے کوئی نا سزا نسبت کر ہی نہیں سکتے۔ افترا اور کذب کا بہتان باندھو گے

مجھے اس وقت اپنے بزرگوار والد مرحوم کا ایک **تذکرہ** یاد آگیا ہے جسے میں اس موقع پر بیان کرنا واجبات سے خیال کرتا

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۱۱۔ اپنے نبوت سے محروم ہو جانا تجویز کرنا پڑا +

اگر وہ ان صاف اور سیدھے معنوں کو مان لیں جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک الفاظ سے پائے جاتے ہیں جن کے مطابق پہلے حضرت مسیح یوحناؑ نبی کے بارے میں بیان فرما چکے ہیں تو ان تمام پُر تکلف مشکلات سے مخلصی پا جائیں گے نہ حضرت مسیح کی روح کو بہشت سے نکالنے کی حاجت پڑے گی اور نہ اس مقدس نبی کی نبوت کے خلع تجویز کرنا پڑے گا اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ہودہ لیج کے مرتکب ہونگے اور نہ احکام قرآنی کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا جائے گا۔ (ازالۂ اوہام)

ہوں - میرے والد ایک زمانہ میں جناب ممدوح اور آپ کے
بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم کی تعلیم کی غرض سے آپکے
پدر بزرگوار مرحوم کے پاس قادیاں میں رہتے تھے - اور عرصہ
دراز تک رہے - میرے والد مرحوم کی عمر اسّی سال کے
قریب تھی نہایت درویش مزاج حلیم الطبع راست گو آدمی تھے - اُنکا
کلام ہمیشہ بلا مبالغہ ہوتا تھا - اتفاقاً ایک روز میرے روبرو
جناب ممدوح کا ذکر شروع ہوا - والد سے بھی کسی نے استفسار
حالات زمانہ طفولیت جناب ممدوح کیا - والد مرحوم نے الفاظ
مذکورہ الذیل بولے - میرزا غلام احمد اپنی طفولیت کے زمانہ میں
خلوت پسند باحیا - صاحب دیانت کم گو پارسا اور سچا آدمی تھا
یہ تذکرہ میں نے محض الٰہی تنبیہ کے ثبوت میں لکھا ہے - کہ
ربّ العالمین نے جناب ممدوح کو اول ہی سے دینی خدمات
کے انجام دینے کے لئے سرمایہ اندوز تیاری بخشی تھی قبل از
بلوغ و کمال علمی عصمت اور خلوت کا خلعت عطا کیا -
(سبحان اللہ) اذا اراد اللہ شیئاً ھیاء اسبابہ جب اللہ تعالیٰ
کسی کام کے انجام دینے کا ارادہ کرتا ہے اُس کے متمم
اسباب پہلے ہی سے موجود کر دیتا ہے + نظم

ہرچہ موجود ہست یا اندر عدم | جملہ پیدا اند علیم ذو القدم

مے کند موجود ہر مفقود را قصد چیزے چوں کند مولا جود	مے کند معدوم ہر موجود را پیشتر زاں آرد اسبابش وجود

نوٹس - اے جلد بازو کیا تمہیں حضرت موسیٰ اور خضرع کی تسلی بخش تشریح یاد نہیں؟ - کیا تمہیں خدا کے تمام ازلی ابدی بسیط محیط معلومات کا علم حاصل ہے؟ - کیا خدا کا کلام تمہاری ہی محدود سمجھ پر نازل ہوا ہے؟ کیا خدا کے کلام کے کُلّی اسرار اور دقایق کا تمہاری ہی ذہنوں نے احاطہ کر لیا ہے؟ کیا اُس ابدی علم کا کچھ حصہ خدا کے آئے ہوئے اور آنے والے بندوں کے لئے نہیں چھوڑا گیا؟ - کیا رسول کے سچے کلام اور واجبی بشارات کا کنز المعارف یا معانی تمہارے ہی سینے ہیں؟

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین +

خدا کے منزل کلام کے پہونچنے ہی سے پہلے جو ایک پاک نبی کے وعدے کے پورا کرنے پر اُتارا گیا تھا - سامری جیسے فریبی کے ہاتھ سے دھوکھا کھا جانے والے گوسالہ کے تعبد پر ستم ڈھانے والے جلد بازوں کی طرح عذاب کے مستحق مت بنو - اپنے خیالی ناجایز عقاید اور مظنونات سے جو بحکم (و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا) - کچھ قابل اعتبار نہیں - ایک پاک متضرع نبی کی نسبت (جو حسب وعدہ الٰہی

فردوس بریں سے اخراج کا استحقاق نہیں رکھتا - اخراج

لہ بموجب تشریح انجیل لوکا باب ۲۳ - آیہ ۴۳ حضرت مسیح علیہ السلام جنت میں داخل ہو چکے - اور نیز موافق ظاہر آیات قرآنیہ وفات پاکر بر طبق مفہوم آیہ کریمہ قیل ادخل الجنۃ وادخلی جنتی فردوس بریں میں تشریف فرما ہوئے -

لیکن جب اعتقاد نصاریٰ و اکثر مسلمانان حضرت مسیح؏ اسی عنصری وجود اور اسی ظاہری زندگی سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے -

پس ہم اپنے بھائیوں اہل اسلام خصوصاً علمائے کرام سے دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قال انی عبد اللّٰہ اٰتانی الکتٰب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا اینما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیا کہا مسیح ابن مریم نے بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور اُس نے مجھے نبی بنایا ہے - اور جہاں میں رہوں سہوں مجھے بابرکت کیا ہے اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے - پس اگر بموجب عقیدہ مسلمہ مسلمانوں کے حضرت مسیح علیہ السلام اسی ظاہری زندگی سے زندہ ہیں اور اسی عنصری وجود سے موجود ہیں - تو اُن کا یہ عنصری وجود اور یہ ظاہری زندگی مستلزم ادائے حکم صلوٰۃ و زکوٰۃ ہیں - کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ واجب الادا ہے - پس صلوٰۃ و زکوٰۃ بھی واجب الادا ہے - پس ضرور ہے کہ مسیح؏ نماز پڑھتے ہوں گے اور زکوٰۃ بھی دیتے ہوں گے اور چونکہ زکوٰۃ کے ادا میں تملیک المال شرط ہے بموجب قاعدہ شرعیہ (ھی

اور انتزاعِ مناصب نبوت و امامت اور عزل خلافتہ اللہ کا

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۱۵) تملیك المال بغیر عوض من فقیر مسلم الخ) ضرور ہے کہ یہ شرط بھی پائی جاتی ہوگی - چونکہ کفار کو بحکم قاعدہ مذکورہ اخذ زکوۃ کا استحقاق حاصل نہیں - کیونکہ من فقیرِ مسلم میں اسلام ایک خصوصیت شرطیہ ہے - تو لامحالہ مسلمان لوگ ہی زکوۃ لیتے ہونگے - خصوصاً مولوی صاحبان پس فرمایئے کہ آپ میں سے کون کون صاحب زکوۃ لیتے ہیں - اور یہ بھی فرمایئے کہ مسیح ع کی زکوۃ کس قدر نکلتی ہے - شاید آپ میں سے کسی صاحب کو کبھی مسیح ع سے دریافت کرنے کا اتفاق ہوا ہو - مجھے امید ہے کہ مولینا ابو سعید محمد حسین صاحب تو زکوۃ نہ لیتے ہوں گے کیونکہ وہ غنی ہیں مگر آپ کے اکثر ہم اعتقاد مولویصاحبان ضرور ہی حضور مسیح ع سے وظیفہ زکوۃ حاصل کرتے ہوں گے - اب آپ کو مسیح کے ادائے زکوۃ سے بموجب عقیدہ مسلمہ اپنے کے انکار تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ حسب اعتقاد آپ کے لزوم ادائے زکوۃ ایک بیّن امر ہے - مگر شاید یہ اعتراض ہو کہ تملیک المال شریعت محمدیہ کا قاعدہ ہے - شریعت مسیحی میں یہ امر کوئی ضروری نہیں تو اسکا یہ جواب ہوگا - کہ مسیح علیہ السلام کا مسیحی شریعت کا عمل بموجب اعتقاد آپ کے منقطع ہوچکا ہے - اسلیئے کہ آپ کے اعتقادی نزول کے بعد مسیح فرد من افراد الامّۃ المحمّدیۃ ہوکر موافق اسلامی شریعت کے احکام جاری فرماویں گے اور خود بھی اسی شریعت کے عامل ہوں گے - تو ضرور ہے کہ اب بھی اسی شریعت کے عامل ہوں - کیونکہ ہمارے جناب رسالت آب

بہتان نہ باندھو۔ اور اِس پاک برگزیدے بندے کی نسبت (جو
واجبی مماثلت[۱] کے ساتھ اُس پاک نبی کی جا بجا بھی بشارات کا

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۱۶ - صلے اللہ علیہ وسلم
کی رسالت کے بعد ہر ایک شخص مقید ہے کہ آنجناب کی رسالت
پر ایمان لاوے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے لوکان موسےٰ
حیاً لما وسعہ الا اتباعی - اگر موسے زندہ ہوتا
تو اُسے ضرور میری پیروی کرنی پڑتی سو اب جناب
مسیحؑ اگر زندہ ہیں تو ایک پکے سچے مسلمان کیطرح تمام احکام
اسلام کے پابند و عامل اس وقت بھی ہوں گے۔ اگر آپ
یہہ کہیں کہ دوبارہ نازل ہونے کے بعد اس حکم کی تعمیل ہوگی -
جیسے پہلے ہو چکی - کیونکہ یہہ حکم دنیا میں آکر لازم ہوتا ہے
تو ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس تاویل کی گنجائش نہیں

[۱] مماثلت سے یہاں حقیقی اور باطنی
مماثلت مراد ہے نہ صوری وجسمانی یعنے
جناب مسیح ثانی کو حضرت مسیح اول سے مقام
دوم مرتبہ قرب اور محبت میں جیسے
دوسرے لفظوں میں روح القدس
بھی کہا جاسکتا ہے کلی مماثلت ہے
جیسے خود حضرت اقدس نے اپنے الہامی
رسالوں کے حصہ دوم توضیح مرام میں
بہ بسط تمام تحریر فرمایا ہے فلینظر
ھناک ۱۲ سنہ

وہاں تو صرف لفظ (ما دمت حیاً) کا وارد ہے جس سے فقط جسمانی زندگی مراد ہے
خواہ زمین میں ہو یا آسمان پر - بلکہ اس لفظ سے بصراحت واضح ہے کہ مسیحؑ کے واسطے
صاحب نصاب ہونا بھی کچھ شرط نہیں - فقط جسمانی زندگی ہی شرط ہے - پس اگر آپ لوگ
دو زکوۃ حاصل نہیں کرتے تو لا محالہ ماننا پڑے گا کہ آسمان پر بانٹی جاتی ہے - اب بتلایئے کہ
آسمان پر اُسکے مصارف کون کون ہیں اور کہیں ملتی ہے - اگر فرشتوں پر تقسیم ہوتی ہے
تو اُنکا احتیاج بالعوارض لازم آتا ہے - اور اگر ارواح کو ملتی ہے تو اُنکا تصرف فی الاشیا

مصداق ٹھر کر الہامی احکام کی اشاعت اور تصدیق کے لئے آسمان سے اُتارا گیا ہے انکاری نہو جاؤ۔ تا سمعنا و عرفنا و عصینا

لقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۱۷۔ ثابت ہوتا ہے۔ جس سے بہت سے قواعد اور اصول فقہیہ ٹوٹ جاتے ہیں اور نیز تملیک المال کی شرط بھی فوت ہوتی ہے۔ یا ایسی صورت میں تملیک فرضی ماننی پڑتی ہے۔ اور شاید اگر جنتیوں کے البسہ مطہرہ اور اطعمہ لذیذہ کی تیاری میں صرف ہوتی ہے۔ تو خداوند رب العزت کی محتاجی لازم آتی ہے۔ گویا اُس نے اپنے انبیا اور اولیا اور بڑے بڑے عظیم الشان مدارج کے لوگوں کی مانگ تانگ کر مہانی کی

اب ہم مسیح ع کی روحانی زندگی کی بابت ثبوت پیش کرتے ہیں جو آپ کے تجرد عن الجسم العنصری ومع ذلك الوجود رفعه الى السماء کا قطعاً منافی ہے۔

بخاری اور مسلم میں مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب رسول اکرم نبی معظم (صلے اللہ علیہ وسلم) شب معراج کو پہلے آسمان پر پہونچے تو حضرت جبرئیل ع کی وساطت سے آدم ع سے ملاقات کی اور السلام علیکم کہا۔ آدم علیہ السلام نے رد سلام کیا اور خیر مقدم کہا۔ پھر دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ ع اور حضرت مسیح ع سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی آپکا رد سلام کیا اور خیر مقدم کہا۔ تیسرے آسمان پر یوسف ع سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے بھی ویسا ہی کہا۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس ع سے ملاقات ہوئی اُنہوں نے بھی ویسا ہی کہا۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہاروں ع سے ملے اُنہوں نے بھی ویسا ہی کہا۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ ع سے ملے اُنہوں نے بھی ویسے ہی کہا۔ (حضرت صلے اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ جب میں وہاں سے چل نکلا

کے اقراری قول سے ہلاکت کے واجبی استحقاق کا محل نہ ہو۔

لقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۱۸۔ تو حضرت موسےٰ ع رو پڑے۔ اُن سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں روتے ہیں کہا کہ میرے بعد یہہ لڑکا نبی بنا کر بھیجا گیا۔ جسکی اُمّت میری اُمّت سے زیادہ تر جنت میں داخل ہوگی۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ ع سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے بھی آدم ع کے الفاظ کی مانند رد سلام کیا اور خیر مقدم کہا۔ پھر حضور نبیؐ سدرۃ المنتہےٰ کو تشریف فرما ہوئے۔ غرض کہ نبی علیہ السلام نے ان سب نبیوں سے سلسلہ وار روحانی عالم میں ملاقات کی۔ حضرت مسیح ع کا اپنے خالانی بھائی حضرت یحییٰ ع کے ساتھہ ہونا اور ان سب نبیوں کا ایک ہی طور پر حضور نبی ع کا خیر مقدم کہنا۔ ان سب کی حالت متساویہ کا مخبر اور مثبت ہے۔ بلکہ دوسری حدیث میں حضور نبیؐ نے موسےٰ ع اور مسیح اور ابراہیم ع کا قایم ہوکر نماز پڑھنا اور اپنا امام بنکر نماز پڑھانا مع اُن کے حلیہ اور تشبیہات کے بیان فرمایا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح ع جسد عنصری سے قطعاً مجرد ہیں اور دوسرے نبیوں کی طرح اُنکی حالت بھی ایک روحانی حالت ہے۔ کیونکہ ان سب انبیاء علیہم السلام میں جو فقط روحانی عالم میں باہم جمع ہیں ایک نبی کا بجسم عنصری موجود ہونا بلا کسی غرض اور فایدے کے کچھہ معنے نہیں رکھتا۔ بلکہ یحییٰ علیہ السلام کی معیت دوسرے آسمان پر جو دنیا سے شہید ہوکر اُٹھائے گئے ہیں، مسیح ع کے تجرد جسم عنصری پر پوری دلیل ہے۔ کیونکہ ایک روح اور ایک جسم ذی روح کا جو باہم تغایر کلی رکھتے ہیں ایک جگہ باہم ملکر رہنا کیونکر ممکن ہے۔ اسلئے کہ جسم عنصری ذی روح محتاج بالعوارض ہے اور مجرد روح غیر محتاج **دوسرا** یہ امر ہے کہ ایک شخص کا آسمان پر بجسم

اے منکرو خدا کے غضب سے تو کچھ ڈرو	اُڑتا ہوا زمیں پہ عذاب الٰہ ہے
انکار حق کے بھیجوں سے اللہ کی پناہ	منکر نبی کا اور ولی کا تباہ ہے

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۱۹ - عنصری موجود ہونا ایک بڑی بات خلاف عادت اللہ ہے پس ضرور تھا کہ حضرت نبیؐ اس حدیث میں بوجہ من الوجوہ صراحتاً یا اشارتاً یا کنایتہً کسی قسم کا کوئی مستدل بہ امر ذکر فرماتے جس سے اور نبیوں سے مسیحؑ کا مابہ الامتیاز فرق نکل آتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں بلکہ بلا امتیاز مسیحؑ اُسی روحانی جرگے میں شامل کئے گئے۔ پس اب حضرت مسیحؑ کی بقاء وجود عنصری اور اُسی وجود سے آسمان کی طرف اُٹھائے جانے کا قایل ہونے اور باقی انبیا کی روحانی طور پر بقا ماننے سے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے - اور ایک من گھڑت غیر ضروری اعتقاد کا قایم کرنا بلکہ سنت اللہ کا خلاف ماننا پڑتا ہے - حضرت ادریسؑ کی بابت بھی اکثر اہل اسلام اور غیر قوموں کا بھی خیال ہے کہ وہ بھی اس عنصری وجود سے آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں - یہ بھی محض بے اصل اور بے ثبوت بات ہے - قرآن مجید میں اسکا بھی کوئی ثبوت نہیں - احادیث نبویہ میں وہ بھی اشتباہ آمیز کلمات ہیں - جنکے سمجھنے میں افہام الرجال نے مثیل المسیح کی پیشین گوئیوں کی مانند سخت غلطی کھائی ہے - پس ہمارا ادریسؑ کی بابت بھی وہی اعتقاد ہے - جو حضرت مسیحؑ کی نسبت ہے - اکثر مسلمانوں کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت ادریسؑ جو بیٹھے آسمان پر حلہائے جنتیاں کی تیاری بہت سرگرم ہیں اور خیاط کا کام کرتے ہیں -

ہم پوچھتے ہیں کہ انواع واقسام کے کپڑے جو جنتیوں کے لباس میں صرف ہوتے ہیں کہاں پر بنے جاتے ہیں اور ادریسؑ کون سے شہر سے خرید کر قطع ثیاب فرماتے ہیں - اور

اللہ کے پیاروں سے رکھتا ہے جو خلاف،	دنیا و آخرت میں بڑا روسیاہ ہے
ٹھہرو بنو صبور کہ خود فیصلہ کرے	قبضہ میں جس قدیر کے یہ مہر و ماہ ہے

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ٢٠ - مولوی صاحبان کے مختلف اجسام و اوضاع اور مختلف قد و قامت کا اندازہ بلا کسی پیمائش اور ردینہ کے کیونکر لگا لیتے ہیں - کیا آسمان پر کچھ اُن کے عنصری قالب بھی نمونہ کے طور پر اُٹھائے گئے ہیں؟ - کیا آسمان پر بھی کوئی لاہور یا امرتسر یا کوئی اور شہر جہاں کپڑے کی آڑھت یا دساور ہو موجود ہے؟ - یا کسی مولوی صاحب کی معرفت زمینی شہروں ہی سے خرید کر بھیجا جاتا ہے - شاید خاتونان جنت کے پاجاموں کے لئے ریشمی سوسی تو بٹالہ[1] ہی سے خریدی جاتی ہوگی ہماری اس تحریر سے کوئی کوتہ اندیش کج فہم یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیں البسہ مطہرہ اور اطعمہ لذیذہ جنت سے انکار ہے - ہرگز نہیں ؟ - ہم قرآن کریم کے وعد و وعید - جنت و دوزخ کے آلام و نعما کے مصدق اور قایل ہیں - ہاں اس قطع برید - سلائی وغیرہ سے جسکا اہتمام حضرت ادریس ع کے گلے منڈھ دیا گیا ہے ضرور انکار ہے - کیا حضرت ادریس ع ہی انسانی مخلوقات میں سے اس کام کے انجام دینے کو کافی سمجھے گئے ہیں - کیا وہ خدا کی غیر محدود مخفور مخلوق کی پوشاکوں کی تیاری میں تن تنہا انجام دہ ہو سکتے ہیں - یا اللہ تعالے نے انہیں (اُنکی بشری طاقت سلب فرما کر) کوئی اور مافوق العادہ طاقت بخشی ہے - جس سے وہ ایسے اہم امر کے ذمہ وار ٹھہرے ہیں - یا شاید وہ ایسے معتقدین کے نزدیک ایک کثیر جماعت ملایکہ کے ٹیلر ماسٹر ہوں گے -

بہتر تھا کہ اسی طرح مسیح ع کے ذمے بھی اطعمہ لذیذہ جنت کی باورچی گری ڈالدی جاتی

[1] پنجاب میں شہر بٹالہ کی ریشمی سوسی مشہور ہے - بہت اچھی بنی جاتی ہے ١٢

انکار سے کسی کے بگڑتا ہے اسکا کیا
حق کے بزرگ بندے سے تم بدگماں ہوئے
قرآں میں اس سے کیا تمہیں حق روکتا نہیں؟
گر آپ میں ہی مادہ اصلاح عام ہے
جو کچھ کیا ہے اس لئے ہو مجھسے نہ آپ سے

جسکی طرف خدا کو کرم کی نگاہ ہے
کہئے تو اس سے بڑھ کے بھی کوئی گناہ ہے
ایسے عمل سے آپ کے سو سو پناہ ہے
کچھ کر دکھائیے کہ یہ وقت رفاہ ہے
اس بات کا تو سارا زمانہ گواہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱ - تادہ چین سے صدہا برس کی عمر لیے کارسی میں نہ گذارتے اور بموجب حکم خیر الناس من ینفع الناس ڈھیروں ثواب کے مستحق بنتے - سبحان اللہ ان بے سمجھ ظاہر پرستوں کی سمجھ پر کیسے پتھر پڑ گئے کہ انہیں خدا کا سچا کلام (اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون ۔ جب اللہ تعالےٰ کوئی کام مقرر کرتا ہے تو پھر اُسے کہتا ہے ہو وہ ہو جاتا ہے) بھول گیا - اللہ تعالےٰ کے کمال قدرت کا انہیں انکار کرنا پڑا - ایک پاک نبیؑ کو جو خدا کے انعام و اکرام کا مستحق ہے - محنت شاقہ کے اُٹھانے میں مجبور و... قرار دیا - منہ عفی عنہ -

؎۲ ناظرین انصاف پسند پر پوشیدہ نہیں - کہ جو کچھ برکات و فیوض ربانیہ اور اسرار و معارف خفانیہ اور دقایق و نکات قرآنیہ حضرت اقدس کی کتاب مستطاب براہین احمدیہ میں موجود ہیں - شاید ہی دنیا کی کسی کتاب میں ہوں - دنیا میں اس سے پہلے بڑی بڑی تالیفات اور عجیب و غریب تصنیفات ہو چکی ہیں - لیکن آجتک کسی کی تدوین سے وہ فوائد اور حقایق حاصل نہیں ہوئے جو اس پاک کتاب کے مدونات سے حاصل ہیں - (قرآن کریم) کے جمال و کمال کا فوٹو جس طرح پر اس کتاب میں کھینچا گیا ہے اور...

تمسے نہووے کچھ تو بلالو مسیح کو
خلدِ بریں سے یہاں تو مسیحا نہ آسکیں گے
پیغمبری سے کام نہ آکر نہیں امام
حق نے بچا لیا انہیں اعدا سے پھر انہیں

وقتِ نزول ہے یہ یہی ہنگامہ گاہ ہے
جنکے حقوق چھننے پہ یہاں واہ واہ ہے
پھر یہاں پہ انکو آنے سے کیا عذر جاہ ہے؟
دی سوت اب بہشت میں داخل وہ شاہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ - کہیں نہیں - رسالت کی حقیقت اور کیفیت جیسی اس کتاب نے کھولی ہے دوسریوں نے کہاں ہے - اور کتابوں میں یا تو فقط طلاقت لسانی کا زور دکھایا گیا ہے یا محض لاطایل ابحاث اور لایعنی مضامین پر اوقات عزیزہ کو تلف کیا گیا ہے - ہمارے ہمعصروں میں سے کسی کی دلکش تحریرات نے اسلام کی صداقت کا دلوں پر کچھ اثر ڈالا ہے؟ - ان علما میں سے کسی کی پُرجوش تقاریر نے اسلام کی موثر کششوں کی تحریک پیدا کی ہے؟ انکی تصانیف کیا ہیں؟ کہیں خشک مُلّایانہ بے اثر وعظیں ہیں - کہیں محض تبرّے اور بے سود جھگڑے ہیں - کہیں تکفیر اور الحاد کی فتاوے تراشی ہے - کہیں بیہودہ مناظرات اور باہمی مخاصمات سے سمع خراشی ہے + ع

جو اُس نے کرکے دکھا دیا نہ تو مجھ سے ہو نہ وہ آپ سے — منہ

(۲) قال اللہ تبارک وتعالٰی وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افان مِتّ فہم الخالدون - ہمنے تجھ سے پہلے جتنے بشر (رسول - اس لئے کہ یہاں مقابلہ انبیا سے ہے + عام انسانوں سے واسطہ ہی کیا ہے) ہوئے ہیں کسی کو بھی زندہ رہنے کے لئے نہیں بنایا - سب ہی تو مرگئے ہیں پس اگر تو مرجائے تو کیا مجھا ہے - اُن میں سے کون زندہ رہا ہے - یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ ہمارے سردار

پھر کر خلاف وعدہ مسیحا کو خلد سے	کیونکر نکالتا ہے جو مالک آگاہ ہے
گم کردگان راہِ بشارات کے تئیں	ہے راہ نما مثیلِ مسیح حق گواہ ہے
بس ہم میں تم ہیں اور تمہارے خلاف ہیں	اصل الکلام فیصلۂ بارگاہ ہے
انکار کی بلا سے عزیزو بچے رہو	الانتباہ بہا ہُو الانتباہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳ - محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جتنے نبی گذرے ہیں سبھوں نے موت کا پیالہ پیا ہے - اور اگر ثابت ہو جائے کہ ایک بھی اُن میں سے زندہ ہے تو معاذ اللہ آں حضرت صلعم کی نبوت پر سخت حرف آتا ہے کیونکہ کفار یہی تو کہتے تھے کہ اگر یہ نبی فوت ہوگیا تو ہم اُسکی نبوت کو نہ مانیں گے اور اُسے جھوٹا نبی سمجھیں گے - اُن کے اس خیال اور لغو قول کی تردید میں حق سبحانہ تعالےٰ اپنا لاتبدیل دائمی قانون قدرت اُنہیں یاد دلاتا ہے کہ اس نبی کی جنس کے جتنے آدمی یعنے نبی گذرے ہیں اُن میں سے زندہ کون رہا ہے - بااین ہمہ اُنکی نبوت اُن سے چھینی نہ گئی تو کیا اس نبی کی فوت پر اُسکی نبوت سے تم منکر ہو جاؤ گے - اس کی موید ایک اور آیت سن لو - مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ - یعنے محمد تو ایک رسول ہے (مراد یہ ہے کہ کوئی خدا نہیں کہ صفت بقا بھی اُسکی ذات کے لوازم سے ہو - زندگی کے تمام عوارض کا اسی طرح ماتحت ہے - جس طرح اور انسان) اس سے پہلے رسول گذر چکے ہیں (تم اُن کے حالات سن لو - پڑھ لو - تم خوب جانتے ہو کہ اُن میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس پر موت کے زبردست ہاتھ نے وار نہ کیا ہو اور پورا وار نہ کیا ہو)

ہم کامل وثوق اور پورے اعتبار سے امید رکھتے تھے۔ کہ ایسے
نازک اور یکایک پہلو بدلے ہوئے زمانہ میں (جو خود اپنی ظاہری
عنوانوں سے کسی ایک کامل مصلح کی ضرورت کا مخبر تھا) جب

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۲۴ - توکیا اگر یہ رسول مرجائے یا قتل ہو جائے تو تم دین اسلام کو چھوڑ دو
گے؟ اللہ اللہ! یہ آیہ شریفہ کس صراحت سے تمام انبیائے گزشتہ کی موت کی خبر دیتی ہے۔ بلکہ دعوٰے کرتی ہے
کہ کوئی ایسا نبی یا رسول بتاؤ جو زندہ ہو۔ ہمارے اہل اسلام بھائیوں کی عقل پر معلوم نہیں کیا پتھر پڑ گئے کہ وہ
اب حضرت مسیح کو زندہ ثابت کر کے خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی تکذیب کے درپے ہو رہے ہیں
پیارے بھائیو سوچو! تم کر کیا رہے ہو۔ اللہ تعالٰے کے اس قانون لاتحویل کی۔ رسول صلعم کی رسالت کی
تردید و تکذیب کر رہے ہو اور تمہیں سمجھ نہیں آتی ہے اتنے سو ہو جاتے! کہیں خواب میں تو بڑبڑا نہیں رہے ہو۔
کیونکہ ہمارا ہرگز یہ گمان نہیں کہ عالم بیداری میں ایسی ناشایستہ حرکت تم سے سرزد ہو۔ خیر سوتوں
کو سب کچھ معاف ہے۔ یہاں ہمیں ایک لطیف شعر یاد آیا ہے جو انسانی فطرت کے سچے صحیح بلا آمیزش تعصب
خیال کا پاک نتیجہ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہر ایک سلیم الطبع کو اس پر غور کرنے کا پورا موقع ملے گا۔ شعر

دنیا گر کسے پائندہ بودے + ابو القاسم محمدؐ زندہ بودے۔ عبد الکریم

اذ قال اللہ یعیسی انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک من الذین کفروا و
جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ ثم الیّ مرجعکم
فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون ہ ترجمہ۔ جب اللہ نے کہا اے عیسے میں تجکو وفات
دونگا اور تجکو اپنے پاس رفعت بخشوں گا اور ان منکروں اور کافروں سے جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے

کوئی نیک انسان آوے گا اور اُسکی طرح طرح کی نیرنگیوں کے مطابق ضرورت کے سامان بہم پہونچاکر طبائع کے مقتضا پر اصلاح

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۲۵- تجھکو پاکیزگی عنایت کروں گا اور جنہوں نے تیری تابعداری کی یعنے تجھپر ایمان لائے ہیں ان سب کو ان کافروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا - پھر تم سب کے میرے پاس واپس آنا ہے - جس امر میں تم اختلاف کرتے ہو میں تمکو اسوقت کہول کر اسکی بابت فیصلہ سناؤنگا

توضیح - یہہ خطاب اللہ جل شانہ کا حضرت عیسے علیہ السلام سے اُسوقت کا ہے - جس وقت وہ دنیا میں موجود تھے - ان کو خدا نے اس حالت میں جب کہ وہ منکران یہود کے نرغہ میں سخت پھنسے ہوئے تھے اور ہر طرف سے ایذا اور تکلیف کی آمد آمد تھی مخالفت کی سخت گرم بازاری ہو رہی تھی یہودیوں نے عالم انکی تعلیمات کو گمراہی کی تعلیم قرار دیکر سخت درجہ کی ذلت اور حقارت کرتے تھے - انکی سخت بیعزتی اور توہین کیجاتی تھی - تو انکی اس مصیبت کی حالت میں اللہ جل شانہ ان کو فرماتا ہے کہ اے عیسی اب میں تجکو اس جہان سے وفات دیکر تیری ان تکلیفات اور شدائد کے عوض میں جو تونے منکرون سے یہاں اُٹھہائے ہیں آخرت میں تیرے بڑے بڑے مدارج و مراتب بلند کرونگا - تجھکو اپنے پاس فرازی بخشوں گا اور ان کافروں سے جنہوں نے تیرے انکار پر کمریں باندہی ہیں تجھکو ممتازی بخش کر ان کافروں کی تہمتوں اور بیہودہ کلمات سے جو تیری تعلیم کی نسبت یہہ کافر بک رہے ہیں اور تجھکو گمراہ قرار دے رہے ہیں تجھکو پاک صاف کر دکھاؤں گا یعنے انکی یہہ بدکلامیاں اور تہمتیں تیری بلند اور رفعت مرتبت میں کچھہ فرق نہیں لاسکتیں اور نہ اُنکے گمراہ کہنے سے تو گمراہ ہو سکتا ہی تو تو اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ اور پاک صاف ہی ہے - میں ان لوگوں کو جنہوں نے تیرے کلام کی پیروی کی ہے اور تیرے پیچھے چلے ہیں اور اس نازک وقت اور سخت درجہ کی مصیبت میں

فرماوے گا۔ تو اہل بصیرت انصاف پسند لوگ اُسکی خوب ہی قدر کرینگے۔ شکر گذاری کا دم بھریں گے اور جلتے ہوئے میدان کے

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۲۶ - تیرے انصار ہو کر انہوں نے تیرا ساتھہ دیا ہی۔ تیرے ان منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔ یہ بے ایمان یہودی جنہوں نے تجھہ سے عداوت کی ہے تجھہ کو ذلیل کرنا چاہا ہے۔ خود ذلیل ہو کر مغلوب ہو جائینگے اور قیامت تک یہ ذلت اور مغلوبیت انکو لپٹی رہے گی۔ تا آنکہ وہ وقت آجائے گا کہ تم سب واپس ہو کر ہماری حضور میں حاضر ہو جاؤ گے۔ اسوقت ہم تمہیں بتا دینگے کہ سچ کیا ہے اور تمہارے تنازعات کا سچا فیصلہ کر دینگے۔ چونکہ اب حضرت عیسٰیؑ دنیا میں موجود نہیں ہیں تو صاف بات ہے کہ وفات پاکر خدا کے پاس جا پہونچے اب حسب وعدہ الٰہی اُس کے بہشتوں میں اپنی رفعت قربت کے لحاظ سے اپنے درجہ کے موافق شان وشوکت کے ساتھہ پاک صاف ہو کر ممتازانہ حالت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے یہودیوں کے ان بہتانوں اور طعنوں کو جھٹلا دیا جو حضرت عیسٰیؑ کے وجود پاک کی نسبت اور انکی ایماندارانہ تعلیم کی نسبت وہ دیتے تھے اور بڑے زور سے اپنے کلام پاک میں اپنے محبوب محمد مصطفےٰ صلعم کی زبان مبارک سے بھی یہودیوں کی بدکرداریوں اور انکی ابدی عذاب اور ذلت کی اور حضرت عیسٰیؑ کے اپنے موت سے مرنے کی اور اعلےٰ مدارج پر ممتاز ہونے کی شہادت دلادی جس سے کل ایماندار مسلمانوں کو سب طرح کے وساوس اور ظنوں سے نجات مل گئی اور وہ حضرت مسیحؑ کو ایک سچا راستباز خدا کا برگزیدہ بندہ اور پیارا نبی یقین کرتے ہیں۔ اگر ایسے واضح بیان کو بھی لوگ تسلیم نہ کریں تو چلو اللہ پہ ہی چھوڑ دیں وہ خود فیصلہ کر دیگا۔ آخر سب نے اُسی کے پاس تو جانا ہے وہ خود حکم دیکر دیگا اور اسوقت سب اختلاف مٹ جائیں گے:۔

پیاوہ رو رہا ہے مسافر کی طرح العطش العطش کی آواز دیتے ہوئے
اُس ٹھنڈے برفانی میٹھے چشمے کی طرف دوڑیں گے۔

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ٢٧ - وقولھم انا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللّٰہ
وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم و ان الذین اختلفوا فیہ
لفی شک منہ مالھم بہ من علم الا اتباع الظن - وما قتلوہ یقینا
بل رفعہ اللّٰہ الیہ و کان اللّٰہ عزیزا حکیما ۰ وان من اھل الکتٰب الا لیؤمنن
بہ قبل موتہٖ - ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا ۰

اور ان اہل کتاب یہود کا یہہ کہنا کہ ہم نے مسیح کو جو عیسے مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہے مار ڈالا
حالانکہ انہوں نے نہ اسکو قتل کیا ہے اور نہ صلیب پر مارا ہے لیکن انکو اس کی موت کے بارہ میں شبہ واقع
ہوگیا ہے اور دراصل اس بارہ میں جو اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں اس بات کا انکو علم نہیں ہے
وہ صرف ظن کے پیچھے لگے ہوئے ہیں - یقینی بات یہ ہے کہ انہوں نے اسکو قتل نہیں کیا بلکہ خود اللہ
اسکو اپنی طرف اٹھا لیا ہے اور اللہ غالب دانا سے کار ہے - اور ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص
کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے مرجانے کے پیشتر ہی تسلیم کرے (کہ مسیح کی ہڈی نہیں توڑی
گئی اسواسطے وہ صلیب پر نہیں مرا) ورنہ یہ تو آخر تو ہونا ہی ہے کہ مسیح جسکی نسبت یہ وہم و گمان
کے پھرے ہوئے اعتقادیات اہل کتاب نے تسلیم کر رکھے ہیں ان کا حال بتلا دیگا اور ان پر خلاف قیا
مت کے دن اظہار دیدے گا - اس وقت سب اپنی غلطی سے واقف ہو جائیں گے -

توضیح - ان آیات میں اللہ تعالٰے نے اہل کتاب کے اس اعتقاد کو جو وہ حضرت مسیح
کی وفات کے بارہ میں رکھتے ہیں بیان فرمایا ہے - یہہ بات تو ظاہر ہے کہ اہل کتاب سے مراد

مگر افسوس کہ جو وقت وہ کامل مبشر مصلح پہونچا - اور اُس نے کمر پکڑ پکڑ ضلالت کی مشتعل آگ کے کھپا لینے والے گڑھے کے کنارے

یہودیوں کی بہی ہے اور نصرانیوں کی بہی اور یہہ دونوں فرقے حضرت مسیح ؑ کی نسبت آپس میں اختلاف رکھتے ہیں - قرآن کریم نے نازل ہوکر ہادی برحق رسول مخترم محمد مصطفیٰ صلعم کی زبان حق ترجمان سے حضرت مسیح ؑ کے بارہ میں بہت جگہ ذکر فرمایا ہے اور انہیں دو فرقوں کو اہل کتاب کے نام سے موسوم کرکے ان کے اکثر خلاف ایمان اعتقادوں کو جہاں کہیں جیسا موقع پڑا ہے بیان کیا ہے - یہودی لوگ تو حضرت مسیح ؑ کی سری سے تصدیق ہی نہیں کرتے اور یہہ قوم اُنکو دعوے نبوت میں کاذب سمجہتی ہے اور اُن کی سب تعلیمات پاک اور ان کے تقدس ذاتی کی قابل ہی نہیں ہے اور ناگفتہ بہ الفاظ سے ان کو یاد کرتی ہے - جیسا کہ اس قوم یہود کی دیگر حرکات ناشایستہ اور بے ادبیوں کا جو ان آیات کے ماقبل و مابعد دیگر انبیا کی نسبت اُن یہودیوں سے واقع ہوتی رہی ہیں اللہ تعالےٰ نے تذکرہ فرمایا ہے ویسا ہی مسیح ؑ کے واقعہ وفات کو بہی بیان کیا ہے اور اسی ضمن میں یہودیوں کی اس اعتقاد کی جو وہ حضرت مسیح ؑ کی اس واقعہ وفات کے متعلق رکھتے تھے ظاہر کیا اور اُن کے اس اعتقاد کی بڑی زور سے تکذیب کی اور اس سچے اور راست بازنبی کو کاذب یہود کی اس بد اعتقادی سے بری اور پاک کیا - کہ وہ اس پاکباز نبی کو کاذب قرار دیکر مارڈالنا بیان کرتے تھے اور فرمایا کہ اہل کتاب یہود کا یہہ کہنا کہ ہم نے مسیح کو جو عیسٰے مریم کا بیٹا اور اللہ کا رسول ہے مار ڈالا - اور حالانکہ اُنہوں نے اسکو قتل نہیں کیا چنانچہ اس قتل کے تو عیسائی بھی منکر ہیں - پس قرآن کریم کا مسیح کے تصدیق میں یہہ کہنا ماقتلوہ بالکل سچ ہے اور نہ انہوں نے اسکو صلیب پہ ہی مارا ہے - کیونکہ صلیب پہ مارا جانا تب ہی

سے گرتوں پڑتوں کو ہٹایا تو بجائے احسان ماننے اور شکر گذارنے
کے اُلٹا اُسے تکفیر اور توبیخ کا محل ٹھہرایا اور خلاف تہذیب جھڑکیوں

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۲۹ - صادق آتا کہ نفس موت عین صلیب پر واقع ہوتا - پس یہود
کا یہہ کہنا کہ ہم نے صلیب پر مارا یہہ بھی غلط ہوا - کیونکہ اس زمانے کی سولی یہہ نہ تھی - جیسی آجکل
کی پھانسی ہے - اس کو خوب غور سے دیکھہ لینا چاہئے کہ صلیب بطور چلیپا کی اس صورت کی
ہوتی تھی -
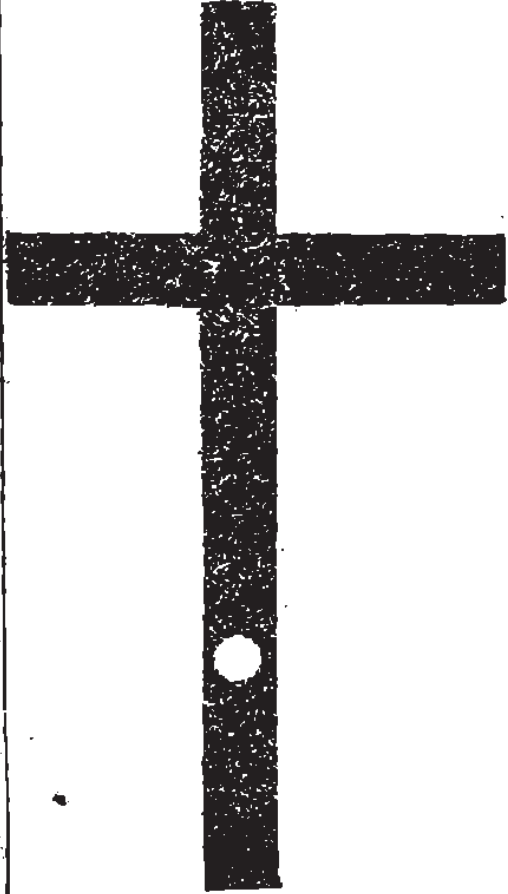
اس پر چڑہائے جانے کا طریقہ یہہ تہا کہ مصلوب کے
دونوں ہاتھ ان لکڑیوں پر جو دائیں بائیں میں
ہیں پھیلاتے تھے اور اُسکی ہتھیلیوں کو ان لکڑیوں سے
ملاکر لوہے کی میخوں سے ٹھوک دیتے تھے جہاں گول
نشان ہے وہاں ایک مضبوط لکڑی لگی ہوتی تھی
جو دونوں ٹانگوں کے بیچمیں رہتی تھی اور مصلوب اسپر
ٹک جاتا تھا - اس سے غرض یہہ تھی کہ مصلوب بدن کے
بوجھہ سے نیچے نہ کھسکنے پاوے - پھر دونوں پاؤں
کو اوپر تلے کرکے اور نیچے کی لمبی لکڑی پر رکھہ کر
ایک لوہے کی میخ اس طرح ٹھوکی جاتی تھی - کہ دونوں پاؤں کو توڑ کر وہ میخ لکڑی میں سے
پار نکل جاتی تھی - اور کبھی پاؤں میں یہہ میخ نہیں بھی ٹھوکتے تھے بلکہ رسی سے خوب جکڑ کر باندھ
دیتے تھے اس طرح مصلوب لکڑی پر ٹانگ دیا جاتا تہا اور بھوکا پیاسا ایذائیں پاتا اور ہاتھ

سے ڈانٹنا شروع کیا تھا

اعاذنا اللہ من ہذہ المعاوضۃ ولنعم ما قال علی کرم اللہ وجہہ

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۳۰ - اور پاؤں کے چھیدوں اور دھوپ کا صدمہ اٹھاتا - کئی دن میں جان دیتا تھا - اور اگر مصلوب کو جلدی اتار لیا جاتا تو اسکی ہڈیاں توڑی جاتی نہیں - چونکہ حضرت مسیح بھی جلد اتار لئے گئے مگر انکی ہڈیاں توڑی نہیں گئیں جیسا کہ قرآن کریم خود فرماتا ہے وما صلبوہ - اسواسطے نفس موت صلیب پر واقع نہیں ہوا - کیونکہ مسیح ہڈی توڑنے سے محفوظ رہے - اور عربی میں مصلوب تو اسی کو کہتے ہیں جسکی پیٹھ کی ہڈی توڑی جاوے - دیکھو قاموس لغت صلیب اور ہڈی نہ توڑے جانے کا ثبوت - انجیل یوحنا کے باب ۱۹ اور ۳۳ آیت سے ہوتا ہے اور دیگر واقعات صحیحہ بھی اسکے موئید ہیں خود حاکم مسیح کا حامی تھا دیکھو اس نے ہاتھ دھوئے اور کہا میں اس راستباز کے خون سے پاک ہوں - انجیل متی کا ۲۷ باب اور ۲۴ آیت - حاکم کی عورت بھی حامی اور مددگار تھی - اپنے خاوند سے کہتی ہے مجھے اس راستباز سے کام نہ ہو - دیکھو انجیل متی کا ۲ باب اور آیت ۱۹ - خود صوبے دار اور دیگر یسوع کے نگہبان بھی اکثر حامی تھے اور پھر عیسائی تھے - دیکھو انجیل متی کا باب ۲۷ اور آیت ۵۴ - اریتھ کا دولت مند ایک امیر کبیر یوسف نامی - اور ایک اور شخص سائینڈرم مجلس شاہی کا ممبر بھی دونوں حامی تھے -

ف۲ ایک دو ورقہ اشتہار بنام مرزا صاحب قادیانی کے ضروری اشتہار ۲۶ مارچ سنہ ۹۱ء کا جواب باصواب" - ہماری نظر سے گذرا - اسکے مشتہر مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری ہیں مولوی صاحب نے ملایانہ بے جوڑ بے ربط عبارت میں وہی قدیم نقل اتکے ہیں - اور وہی معمولی دقیانوسی خیالات کے ایک دو فقرے کچھ لاعلی کاری اور کچھ کسی صاحب سے اور کچھ کہیں سے نقل کرکے لکھ مارے - اور معمولی عادت کے موافق آئندہ کے لئے پھر تکفیر کے فتوی تیار کرنے کی گیدڑ بھبکیاں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲ پر

اری الاحسان عند الحر دینا	وعند اللؤم نقصانا و ذما
کماء المطر فی الاصداف در	وفی فم الافاعی صار سما

لقبیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۳۱ - دیکھو انجیل متی کا باب ۲۷ - اور آیت ۵۷ - اور یہہ
یہہ بات ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جس دن صلیب پر چڑھائے گئے - جمعہ کا دن اور یہودیوں کی
عید فصح کا تہوار تہا - دوپہر کے بعد کا وقت تھا - جب ان کو صلیب پر چڑھایا گیا - عید فصح کے
دن کے ختم ہونے پر یہودیوں کا سبت شروع ہونے
والا تھا اور یہودی مذہب کے رو سے ضرور تہا
کہ مقتول یا مصلوب کی لاش قبل ختم ہونے دن
کے یعنے قبل شروع ہونے سبت کے دفن کر دی جاے
اور صلیب پر موت کا واقع ہونا کوئی آناً فاناً کی
بات تو تھی ہی نہیں اور نہ مصلوب اسقدر جلدی
مر سکتا تھا - پس یہودیوں نے اس کشمکش و پیچ میں
پڑ کر کہ اب سبت کا دن شروع ہونے والا ہے
بہت جلدی کی اور سراسر تمام کوششیں کام
میں لاکر اور جسمانی ایذائیں پہنچا کر الگ ہو گئے -
اور جب اندہیرا پڑ گیا تو مشہور کر دیا - کہ مسیح مر گیا - ایک شاگرد خاص جسکو یقین تھا کہ مسیح نہیں مرا
بلکہ بیہوش ہو گیا ہے منتظر تہا - اس نے جہٹ پٹ صلیب سے جسم ناتوان کو اتارا اور یہودیوں
کے ڈر سے بلا تجہیز و تکفین قبر میں رکھا اور مٹی کی مہر کی - اور یہود ادہر سبت کے بکھیڑے میں

دی ہیں - یہہ وہی مولوی صاحب ہیں جنکی
دلیری اور بہادری کا ایک زمانہ قایل ہے - آپ
ماشاء اللہ کہیں اور کبھی علمائے اہل حدیث سے
ستیزہ و آویز کی ٹھہراتے ہیں - کبھی اپنے ہم مذہب
حنفیہ سے گتھم گتھا ہوتے ہیں - کہیں صوفیوں
فقیروں پر لٹھ چلاتے ہیں - کہیں کسی کو اپنے
زعم میں امام نیچر گہڑ کر قانون نیچر کی تبدیل و تنسیخ
کے دعوے باندھتے ہیں -
غرض ہمارے قصوری صاحب نے ایک عالم سے
مدت ہوئی ماتہا لگا رکھا ہے - بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳ پر

ازانکہ نیست نہادش مخمرّ از نیکی ✤ بنفتے کہ نہادی امید خیر مدار

اے جناب دنیا عالم مثال ہے - خواب کی سی زندگی ہے - اسی میں

کوئی شخص ہو بشرطیکہ حق کی کہے - مولوی صاحب
بے واموں اُس سے ٹکر لینے کو ضرور نکل کھڑے
ہوں گے -
ناظرین بھول گئے ہوں تو ہم پھر اُنہیں یاد دلاتے
ہیں کہ آپ ہی وہ قصوری صاحب ہیں جنہوں نے
فرید کوٹ کے معاملے میں بڑی نیکنامی کا تاج
پہنا تہا - یہہ بات گویا ثابت شدہ ہے - کہ آپ
بفضل اللہ اپنی قوم کے ساتھ جنگ و جدل کرنے
میں ہمارے بزرگ بٹالوی صاحب سے بوجہ سن الوجوہ
کم نہیں ہیں - کیوں نہ ہو آخر حضرت بٹالوی صاحب

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۳۲ - موجود رہے اور پھر صرف تین چار گھنٹہ میں مصلوب کا کام
تمام ہو جانا ایک مشتبہ امر تھا - چنانچہ مسیح ع کی موت کی خبر مشہور ہونے پر پلاطوس حاکم نے خود تعجب کیا
کہ ایسا جلد کیونکر مرا - دیکھو انجیل مرقس کا ۱۵ باب اور ۴۴ آیت جس سے صاف ثابت ہے کہ خود یہودیوں کو
بھی نفس موت کے صلیب پر واقع ہونے میں شبہ تھا
یہاں شُبّہ کے معنے تشبیہہ بہ تبدیل صورت لینے
اور یہہ قرار دینا کہ کوئی دوسرا شخص حضرت مسیح
کی شکل بن گیا تھا درست نہیں ہو سکتا - بہرحال
نفس موت میں ہی شبہ واقع ہو جانا درست ہے
اسکی زیادہ تصریح و توضیح اسی آیت کے اگلے لفظوں
سے ہوتی ہے - جہاں خدا نے فرمایا ہے اُن جو
اختلاف کرتے ہیں وہ شک میں ہیں - اسبات کا
انکو علم نہیں ہے وہ ظن کے پیچھے لگے ہوئے ہیں
اور پھر اسکے بعد تاکیداً اور یقیناً فرمایا کہ اُنہوں نے
عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور اس مقام پر صلیب کا کچھہ ذکر نہیں کیا بلکہ صرف قتل کی نفی کی - پس
اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اوپر جو صلیب کی نفی کی تھی اس سے نفی قتل یا صلیب مراد ہے - یعنے
صلیب سے اُنکی موت واقع نہیں ہوئی - نہ یہ کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر چڑہائے ہی نہیں گئے -

انسان بُرا یا بھلا کما لیتا ہے۔ اگر خداوند کریم رب العالمین نے اس اپنے خاکسار بندے کو مصلح اور راستباز بنا کر بھیجا ہے تو بے شک

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ٣٣۔ مقصود صرف یہہ تہا کہ یہودیوں کے اس ظن کا جھوٹا ہونا ثابت کیا جائے جیسا کہ وہ اپنے زعم میں سمجھتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر چڑہا کر مار ڈالا سو اُنکی نفی ماصلبوہ کے کہنے سے کردی اور بتا دیا کہ ہڈی نہیں توڑی گئی۔ اُن کے ایک خیرخواہ نے خود قبر میں

رکھا تاکہ یہودیوں کو یہہ گمان رہے کہ وہ مرگئے اور دفن کردئے گئے۔ اور پھر اسی خوش اعتقاد حامی کی حمایت کے ذریعہ سے نکال لیے گئے اور بقیہ ایام زندگی گمنامی اور خوشی کیحالت میں بسر کرکے اسیطرح یقیناً وہ خدا کی طرف اُٹھائے گئے۔ جس طرح ہر ایک مقدس راستباز نبی مطابق سنت اللہ کے خدا کی طرف اُٹھایا گیا۔ اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ پیشین گوئی بھی پوری ہوئی جو انہوں نے سرداران یہود کے معجزہ مانگنے پر کی تھی کہ یونس نبی کے معجزہ کے سوا تمکو کوئی معجزہ نہیں دکھایا جائیگا۔ اسی واقع قتل یا صلیب کی اللہ جل شانہ تکذیب فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے نہ اُسکو قتل کیا ہی نہ صلیب پر اُسکو مارا ہے۔ لیکن اُنکو اسکی موت کے بارہ میں شبہ واقع ہوگیا ہے اور یہہ لوگ آپس میں اختلاف کرکے شک میں پڑ گئے ہیں اسبات کا انکو علم نہیں ہے۔ بلکہ اللہ نے خود اسکو اپنی طرف

کے علائی بہائی ہیں!۔ ہمارے بٹالوی صاحب نے بڑی محنت کرکے خط وکتابت اور اُسپر کچھہ نوٹ شایع کئے جسکا نتیجہ انکی رائے زریں کے خلاف یہہ نکلا کہ اُلٹا اُنہی کی طیش طبع اور مزاج کی زود برآشفتگی کا ثبوت مل گیا اور لوگوں پر کھل گیا کہ باخدا درویش۔ عارف اور ولی اللہ کی تحریر اور ایک نازک مزاج علم پر فخر کرنے والے مولوی کی تحریر میں کیا فرق ہے۔

اگر اسکے بجائے ہمارے بٹالوی صاحب اتنا کرتے کہ حضرت مسیح کی حیات کی بابت۔ بقیہ حاشیہ بر صفحہ ٣٥

اُس کی اصلاح اور راستبازی کا صفحہ ہستی پر ایک یادگار (نشان) باقی رہے گا۔ اور منکروں کی شامت اور عقوبت کا کوئی

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۳۴ - اُٹھا لیا ہے اور اپنی موت یعنی اجل مسمے سے مرا ہے اور اللہ نے اسکو اپنی حضور میں رفعت و مرتبت بخشی ہے اور عزت کے اونچے مسند پر اُسے بٹھایا ہے" اور اسی سے عیسائیوں کے اس اعتقاد کی بھی تردید ہوئی جیسا کہ وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح کی موت صلیب پر ہی واقع ہوگئی اور وہ قبر میں رکھے گئے۔ مگر تیسرے دن پھر جی اُٹھے اور آسمان پہ اُٹھائے گئے۔ اللہ جل شانہ نے فرما دیا کہ ہرگز ہرگز مسیح کی وفات صلیب پر واقع نہیں ہوئی اور نہ وہ پھر تیسرے دن جی اُٹھے اور نہ آسمان کی طرف جسمانی حالت میں اُٹھائے گئے۔ بلکہ بات صاف ہے کہ وہ صلیب سے زندہ اُتار لئے گئے اور اپنے زخموں سے صحت یاب ہو کر اپنے حواریوں اور [illegible]مارسے ملے اور پھر خدا نے انکو موت دیکر اپنی طرف رفعت بخشی۔ یہہ نہیں کہ انکو مع جسم آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ کیونکہ آیت میں آسمان کا خاص لفظ بالکل استعمال نہیں کیا گیا [illegible] رفعه الله اليه فرمایا ہے۔ خصوصیت آسمانی یہاں ضرور نہیں۔ کیونکہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور ہر جگہ موجود ہے اور اسکی ذات ہر جگہ فائق علی الکل ہے۔ رفعه الله اليه

قرآن کریم سے کچھہ آیات نقل کرکے انکی لطیف تفسیر کر دیتے یا کچھہ عقلی دلایل ہی آپکی حیات اور جسم عنصری کے ساتھہ آسمان پر چڑھ جانے کے متعلق بیان کر دیتے۔ تب بھی انکی محنت کچھہ ٹھکانے لگتی۔ اور وہ اپنے جدید مولوی فلسفے سے قدرت کے سچے صحیح فلسفے کی دل نشین تردید فرما کر ہماری قدرت پسند پبلک کو اپنی طرف متوجہ تو کرتے مگر افسوس اُنکی عجول مزاجی اور مغلوب الغضب طبیعت نے اُن کو بے فائدہ کام پر مجبور کیا۔ ایسا ہی اُن کے علاتی بھائی مولوی قصوری صاحب

بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۶

خوف ناک نمونہ جلدی قایم ہو جاوے گا - اور اگر جھوٹا اور فریبی ہے تو اُس کے جھوٹ کے نیست و نابود کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۳۵ - میں آسمانی تقید روا رکھنا گویا کہ اللہ کی ذات پاک کو معاذ اللہ متقید بآسمان کر دینا ہے جو صریح خلاف ہے - بات صاف ہے کہ اللہ نے مسیح کو اپنی طرف اُٹھالیا اور بعد وفات اُٹھایا - کیونکہ پہلی آیت کے ابتدائی کلمات یہہ ہی ہیں - (جنکی توضیح ہو چکی ہے) **یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی)** یعنے پہلے تجھے وفات دونگا پھر رفعت بخشوں گا - وفات پہلے ہے اور رفعت پیچھے - اسی سے اس آیت میں بھی **رفعہ اللہ** کی رفعت بعد وفات متصور ہے اور بعض علمائے اسلام کا بھی یہی قول ہے کہ لفظ رفع تعظیماً و تفخیماً بولا گیا ہے - جن علماء اسلام نے **متوفیك** کے معنے **ممیتك** کے قرار دیئے ہیں انہوں نے اس آیتہ کریمہ کے معنے ٹھیک ٹھیک سمجھے ہیں اور اُنکا بھی یہی خیال پایا جاتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی موت سے مرے - اگرچہ انہوں نے **رافعك** کے معنے جو تعظیماً و تفخیماً بولا گیا تھا زندہ ہو کر آسمان پر چلے جانے کے لئے ہیں - مگر شبہ لھم سے انہوں نے تشبیہ بالموت ہی سمجھی ہے - چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے - کہ حضرت عیسیٰ

نے ناحق اتنی خامہ فرسائی کی ہے - اُنہوں نے وہی چبلے ہوئے خانہ تراشیدہ اصول (جن پر کتاب و سنت کی کوئی مُہر نہیں) خانہ ساز عقاید کی کتابوں کے حوالے اور رطب و یابس سے بھری ہوئی تفسیروں کے چند جملے نقل کر دیئے - بہتر ہوتا کہ ہمارے قصوری صاحب بھی حضرت مسیح کی حیات کی بابت کوئی نئی تحقیق کر دیتے - ہاں حضرت قصوری صاحب نے اپنے دلیرانہ حملہ سے یہہ ایک وار کیا ہی - جو اُلٹا انہیں پہ پڑتا ہوا نظر آتا ہے - اپنی قدیم [illegible] عادت سے حضرت اقدس (سلمہ الرحمن) بقیہ بر صفحہ ۳۷

کے تعاقب کرنے والے درکات کی سیاست انداز تلوار چمک اٹھے گی جو اس کے جھوٹ کے پتلوں کو تکہ تکہ کر دکھائے گی۔ وقت تو تھوڑا

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۳۶ - پر موت طبعی طاری کرنے سے مقصود یہہ تھا کہ ان کے دشمن انکو قتل نہ کر سکیں وہب کا یہہ قول ہے کہ وہ تین گھنٹہ تک مردہ رہے - اور محمد بن اسحق کا قول ہے کہ سات گھنٹہ تک - پھر زندہ ہوئے اور آسمان پر چلے گئے - اور ربیع ابن انس کا قول ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان پر اٹھاتے وقت موت دی پھر ل... ان اقوال سے اسقدر ثابت ہوا کہ بعض علماء اسبات کے قایل ہوئے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ پر موت طبعی طاری ہوئی اگرچہ وہ یہہ کہتے ہیں کہ اسی دنیا میں ایک دفعہ مر کر اور پھر اسی دنیا میں زندہ ہو کر آسمان پہ اٹھائے گئے حالانکہ یہ اعتقاد صریح اسی آیت کے خلاف ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے

وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون - اور تم مردے تھے اس نے تمکو جلایا - پھر تمکو مارے گا اور پھر جلائے گا - اور پھر اسی کی طرف واپس جاؤ گے - ہر ایک مومن ایماندار کے صفات ایمان سے ہے کہ اسپر ایمان رکھے کہ ماری گا مار کے جلائے گا پھر نہ ماری گا - ایک موت تو عدم کی تھی جس سے نکالکر اور حیات بخش کر دنیا میں لایا - پھر دنیا سے مار کر لیجائے گا اور پھر قیامت کو زندہ کرے گا - یہی

کی اس تشریح پر جو انہوں نے حدیث کیف انتم **اذا انزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم** میں کی ہے ایک نحوی غلطی ثابت کر کے اعتراض لوٹ کیا ہے - جس سے مقصود انکا صرف اپنا اظہار علم اور عربی دانی کا جھوٹا دعوے ہے - ہمیں اس سے انکے عدم وقوف عربیت کا پورا ثبوت ملگیا ہے - انکا ماخذ اعتراض یہہ ہے کہ امامکم منکم معطوف ہے اسکا معطوف علیہ ابن مریم مراد لینا ناجائز ہے کیونکہ معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت ضروری ہے - ہمارے نزدیک مناسب یہ تھا - بقیہ بر صفحہ ۳۸

ہی ہے جلدی گذر جانے وقت کی انتظاری کرو اور دیکھو کہ آسمانی بلائیں کس پر ٹوٹ پڑتی ہیں ÷ ولنعم ما قیل

یعنے اس آیت کے عام طور پر لئے گئے ہیں۔ پھر کیا حضرت عیسیٰؑ کی اس دنیا میں موت اور پھر اسی دنیا میں زندگی خلاف اس کلیہ فرمودہ اللہ تعالےٰ کے نہیں ہے؟۔ اور پھر دوبارہ آسمان سے اتر کر دنیا میں آنا اور پھر وفات پانا کیا معنے رکھتا ہے۔ صاف اور سیدھے معنے تفہم اور تعظیم کے لئے جاویں تو کوئی دقت باقی نہیں رہتی وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ کے اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسکے بعد اللہ جل شانہ اہل کتاب یہود کی اس ضد اور اصرار کے لحاظ سے جو نسلاً بعد نسلاً اس غلط ظن کی نسبت انکو چلی آتی تھی اور اس وہم وگمان پر زور سے اڑے ہوئے تھے یہہ فرمایا اور تاکیداً ارشاد کیا کہ ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس یقینی بات کو اپنے مرنے سے پیشتر ہی مان لیوے ورنہ نتیجہ جسکی نسبت یہہ تنازعات اور وہم وگمان کے بھرے ہوئے اعتقادیات انہوں نے تسلیم کر رکھے ہیں ان کا حال تبلادیگا اور وہ خود ہی قیامت کے دن آنکے برخلاف اظہار دیدے گا۔ اسوقت یہہ سب ظنون و وساوس غلط ثابت ہو کر صحیح یقین پیدا ہو جائے گا اور حضرت عیسیٰ کے اظہار کا ذکر سورہ مائدہ میں موجود ہے۔ جس طرح کی شہادت کا اللہ تعالیٰ

کہ پہلے تصوری صاحب اس جملہ حدیث کی کسی نحوی سے ترکیب کرا لیتے پھر اپنے اعتراضی توڑ کی توپ داگتے تا چرخی کیطرح چکر کھا کر انکا گولا انہیں پر نہ پڑتا۔ انہوں نے اپنی خانہ تراشیدہ ترکیب سے ہمارے حضرت اقدس پر حرف گیری کرنیمیں سخت غلطی کھائی ہے۔ جسکا لازمی نتیجہ بجز خجالت اور کیا ہوگا۔

ہمارے نزدیک انہوں نے اس اعتراض سے اپنے علمی کمال کی قلعی کھول دی ہے۔ اتنی نحودانی تو ایک طفل مکتب بھی رکھتا ہوگا

بقیہ صفحہ ۴۰

انما الدنیا کظل زائل	او کضیف بات لیلاً فارتحل
او کحلم قد راٰہ نائم	او کبرق لاح من فوق الجبل

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۳۸- نے ذکر فرمایا ہے وہ آگے آتا ہے- قرآن مجید نے تو یقینی فیصلہ کر دیا تھا مگر پرانے قصوں کو بغیر تحقیقات اصلیت اور بلا غور کرنے کسی سچے اور حقیقی مقصد کے خواہ مخواہ زبردستی قرآن مجید کے صاف صاف سچے واقعات بیان کرنے والے الفاظ پاک کا معنے اور مفہوم قرار دے لینا اور جہانتک ہو سکے یہودیوں اور عیسائیوں کی روایتوں کو لے لینا اور اسی کو سودبا طریق سمجھنا دراصل کئی اسرار قرآنی اور رموز کلام ربانی اور صداقت ہائے حقانی کے لئے آئندہ ظہور پذیر ہونے کا دروازہ بند کرنا ہے- افسوس ہے کہ باوجود ایسے بیانات واضح کے حضرت مسیحؑ کی وفات کے واقعہ کو یہودیوں اور عیسائیوں کی بعض بے اصل روایتوں پر یقین کرنے سے ہمارے بزرگ علمائے بھی نہیں مانا- اگرچہ کسی کسی گذشتہ بزرگ نے کچھ روشنی اس مسئلہ پر ڈالی- مگر پھر بھی سچی حقانیت کا نور

جس سے وہ اس حدیث کے صاف صاف معنے سمجھ لے-

ہم کہتے ہیں کہ مغائرت مابین معطوف ومعطوف علیہ کے کوئی قاعدہ کلیہ ضروریہ نہیں- اکثر یہ ہے- نہ تو ہر معطوف ومعطوف علیہ میں مغایرت ہوتی ہے- اور نہ ہر معطوف سے معطوف علیہ مراد لینا ناجایز ہے- دیکھو قرآن کریم فرماتا ہے-

الر تلك آيات الكتب وقرآن مبين

اور دوسری جگہ ہے ولقد اتينك سبعا من المثانی والقرآن العظيم تقبہ صفحہ

چمکنے سے رہ گیا اور اہل کتاب کی طرح مسلمان بھی ضد اور اصرار کر کے اس روشن مسئلہ کی بابت ظن اور وسواس میں پھنسے رہے- اب سچی تفسیر کلام ربانی کی زمانہ کے تختہ پر لکھی جا کر بے اصل روایات کو محو کرنے لگ گئی ہے- ماننے والی صداقت کے طالب سر تسلیم خود بخود خم کر دینگے اور جو محض ضد

لیکن سعادتمند وہ لوگ ہیں جو اس نیک اُستاد کے شاگرد بن کر
باطنی اور روحانی تعلیمات کا ملکہ پیدا کر کے سبقت لیجانے کا

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۳۹ - اور اصرار پہ ہی اڑ رہنے والے ہیں انکو یہی پورانا
اعتقاد مبارک رہے - یوم الدین آنے والا ہے - وہاں چلکر خود حضرت مسیح ؑ کے بیان سے اس اعتقاد
کی تصدیق ہو جائے گی - بھلا اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کو مان لیا جائے - تو کیا اُن کی کچھ کسر
شان ہے - یا اُن کی بے ادبی ہے - انکو ابھی فوت شدہ
تسلیم کر دیتے ہیں - ان کی شان میں کوئی شبہ نہیں
لگتا اور نہ حضرت مسیح ؑ کا وفات پاکر خدا کے پاس جانا
ان کے حق میں بے ادبی ہے - خود اللہ تعالے
فرماتا ہے - قل فمن یملک من اللہ شیئًا
ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم
وامہ ومن فی الارض جمیعًا ط
کہو بھلا اللہ کے آگے کسی کا کیا بس چلتا ہے اگر
وہ مسیح بن مریم اور اُسکی ماں کو ہلاک کرنا چاہے اور
نیز کل ساکنان زمین کو اللہ کے حکم اور اُسکی
اجل مسمےٰ کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے - بھلا اس بات کے کہدینے میں الزام ہی کیا ہے کہ جہاں
ملنا تھی وہاں بیٹھا بھی گیا - اس سے تو بلکہ کئی صداقتوں کا ظہور ہوتا ہے اور کئی الزامات کا فیصلہ ہوتا
ہے - بے شک وہ اسی سنت اللہ کے مطابق جیسے اُسکی سنت ہر ایک نبی صدیق و ولی کے ساتھ

ان دونوں آیہ شریفہ میں معطوف و معطوف علیہ
میں کوئی مغایرت نہیں - بلکہ معطوف علیہ عین معطوف
و معطوف عین معطوف علیہ ہے اور معطوف سے
وہی معطوف علیہ مراد ہے - اور اسکا نام عطف
تفسیری ہے - اور عطف کل کا بعض پر یا عام کا
خاص پر تفضیلت معطوف علیہ کا فایدہ دیتا ہے
پس اماممکم منکم میں بھی یہی عطف
تفسیری مراد لینا چاہئے - اور واضح رہے - کہ
اس مقام میں معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت
پیدا کرنے سے معنے حدیث کے بقیہ بر صفحہ ۴۱

منصب حاصل کریں اور بحکم السابقون اولئك المقربون ۔
پہلے ہی پہل قرب اور عزت کے اعلے مدارج پر فایز ہوں ۔

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۰ ۔ ابتدا سے چلی آئی ہے اور چلی جائے گی وفات پاکر اللہ کے پاس پہونچے اور بے شک یہہ سچ ہے سنة الله التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبدیلا ۔

واذ قال الله یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله قال سبحنك مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت علام الغیوب ماقلت لهم الا ماامرتنی به ان اعبدوا الله ربی وربکم وکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شیئ شهید ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزیز الحکیم ۔

بالکل بگڑ جاتے ہیں ۔ کیونکہ معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے ۔ اور جو نسبت اسکے متبوع (معطوف علیہ) میں مقصود ہوتی ہے ۔ وہی تابع (معطوف) میں بھی مقصود ہوتی ہے ۔ پس جب ہمنے نسبت نزول ۔ ابن مریم معطوف علیہ میں مقصود ٹھرائی ۔ تو لامحالہ وہی نسبت نزول اماماکم منکم معطوف میں بھی مقصود ٹھرے گی ۔ تا معطوف ۔ معطوف علیہ کے حکم یا قصہ میں داخل ہوجاوے ۔

اب معنے حدیث کے یہہ ہوئے ۔ اُس دن تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میں ۔ بقیہ صفحہ ۴۲ پر

شک نہیں کہ فوزیتہ مقام قرب و محبت بجز حصول مناسبت تامہ
اور ارادت کاملہ کے (جو طالب اور مطلوب یا مرید اور مرشد ہیں

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۱ - **ترجمہ** - اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ مریم کے
بیٹے کیا ان لوگوں کو تو نے یہہ کہا تہا کہ مجکو اور میری ماں کو دو معبود سوائے خدا کے بنا لینا۔
(بجواب) عیسیٰ نے کہا تو پاک ذات ہے مجکو تو یہہ لایق نہیں کہ میں وہ کہوں جسکا مجکو حق ہی حاصل
نہیں ہے - اگر میں نے یہہ بات کہی ہے - تو تو
اسے بخوبی جانتا ہے - کیونکہ تو میرا اندر کے بہید کو بخوبی جانتا
ہے واقف ہے اور میں تیری ذات کے بہید و ں
سے بالکل لا علم ہوں اور اصل بات یہہ ہے کہ تو
سب قسم کی چہپی باتوں اور پنہانی امروں کا بخوبی
علم رکھنے والا ہے - بس میں نے تو ان کو وہی کہا - جس
بات کے کہنے کا تو نے مجہے حکم دیا (اور وہ یہہ ہے)
کہ اللہ کی جو میرا بہی پروردگار ہے اور تمہارا
بہی پروردگار ہے - عبادت بجا لاؤ - اور جب
تک میں انہیں زندہ رہا تو میں تیری اس حکم کی
تعمیل کرانے میں انپر نگہبان رہا - پہر جب تو نے مجکو مار لیا اور وفات دی تو پہر تو خود ان پر نگہبان تہا اور
تیری ذات ہر ایک چیز پر نگہبانی کر رہی ہے - اب تو اگر ان لوگوں کو عذاب کرے تو تیرے بندے
ہیں کچہ عذر نہیں اور اگر نہیں تو بخش دے تو در اصل یہہ بہی تیری شان ہے کہ تو غالب دانائی کار ہے

ابن مریم اور تمہیں میں سے تمہارا ایک امام
دونوں اترینگے - اب مولوی قصوری صاحب
کو مسیح موعود کے نزول اعتقادی کے ساتہہ ہی ایک
امام کے نزول من السماء کا بہی قایل ہونا پڑا -
واہ صاحب واہ ! چشم بد دور آں جناب کی
تیزی فہم اور ذکاء طبع کا کوئی اندازہ نہیں ع
بریں عقل و دانش بباید گریست -
توجیہہ دوم) اگر اس مقام میں معطوف
و معطوف علیہ کے قرار دینے میں کوئی مشکل
پڑتی ہو تو صفت موصوف بقیہ برصفحہ ۴۳

اعلے درجہ کا تعلق اور جریان فیض کا کامل واسطہ ہوتا ہے)(ممکن نہیں) بلکہ بغیر اس نسبت اور ارادت کے اہل اللہ کی حضوری خسران

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ٤٢ - توضیح - یہہ تمیسر اخطاب اللہ جل شانہٗ کا حضرت عیسیٰ سے اسوقت ہوگا جب وہ مع ان لوگوں کے میدان قیامت میں تخت رب العلمین کے حضور ایستادہ ہونگے - جنہوں نے انکی امت میں ہوکر انکو اور انکی ماں کو سوائے خدا کے دو معبود علیحدہ قرار دیکر انکو اللہ کی ذات کے برابر سمجھا ہے - اللہ تعالیٰ انکی اس بداعتقادی کی بابت جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی ماں مریم کی بابت جایز رکھی ہے اور جہالت سے وہ یہہ بیان کرتے ہیں کہ یہہ اعتقاد اور ایمان حضرت عیسیٰ کی تعلیمات سے ہے اور اس اعتقاد کو حضرت عیسیٰ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ نے اب دنیا میں تو آنا ہی نہیں تھا کہ وہ اپنی بگڑی ہوئی امت کو آگاہ کر دیتے - کہ میری تو یہہ تعلیم نہیں ہے - جس پر تم نے نجات کا مدار سمجھ رکھا ہے اسواسطے خدا انکی امت کی بداعتقادی غلط ہونا اپنے کلام پاک میں اپنی صادقہ نبی محمد مصطفے صلعم کی زبان مبارک سے اس طرح فرماتا ہے کہ میں قیامت کے دن ان لوگوں کے سامنے خود عیسیٰ ابن مریم سے ہی یہہ سوال کروں گا - کہ کیا ان لوگوں کو تو نے

قرار دینے سے حل مشکل ہوسکتا ہے - یعنے امامکم منکم بتوسط حرف عطف ابن مریم کی صفت واقع ہے - اور عموماً صفات میں حروف عاطفہ آجایا کرتے ہیں - جس سے موصوف اور صفت کے مابین تاکید لصوق کا فائدہ حاصل ہوتا ہے - قد جوز الزمخشری وتوسط الواو بین الموصوف والصفة لتاکید اللصوق فی مواضع عدیدة من الکشاف (شرح جامی صفحہ ١٠٠) ان الواو للجمع فکما - بقیہ بر صفحہ ٤٤

اور نقصان کا باعث ٹھہرتی ہے۔ **شعر**

نسبتِ پاکاں طلب کن یا پیِ ایناں مرو
غرق دریا مے شود فرعون و موسیٰ پیشواست

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۳۔ تونے یہ بات کہی تھی جیساکہ یہہ کہتے ہیں۔ کہ مجکو اور میری ماں کو سوا خدا کے دو معبود مانو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بد اعتقادی کو اپنی طرف منسوب خیال کرنے سے تھرا جائیں گے اور اس ہیبت ناک موقع پر کہ محشر بپا ہوگا اللہ العظیم کی جانب سے ایسا سوال ہونے پر جواب میں فوراً عرض کر دینگے۔ کہ الٰہی تیری ذات ایسی بد اعتقادیوں کے تعلق سے بالکل پاک ہی بہلا یہہ مجکو کب لائق تہا کہ میں وہ بات کہتا۔ جس کا مجکو حق ہی حاصل نہ تھا۔ میں تیرا عبد ضعیف تیری ذات ہر قسم کے عیب و شرک سے پاک و صاف اگر میری منہ سے ایسی بد اعتقادی کی تعلیم پھیلی ہے۔ تو اس کا حقیقی اور سچا علم تجھکو ہے کیونکہ تو ایسا پوشیدہ

یجمع المعطوف بالمعطوف علیہ کذالک یجمع الموصوف بالصفۃ

(رحمن) ہم قرآن کریم سے ایسے موصوف اور صفت کے لئے جنکے مابین حرف عطف متوسط پیش کرتے ہیں (وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم) ولہا کتاب معلوم بتوسط حرف عطف قریۃ کی صفت واقع ہے۔ شاید اگر یہہ اعتراض پیش ہو۔ کہ معرفہ جملہ خبریہ کے ساتھہ جو بنا دیل نکرہ صفت واقع ہوتا ہے موصوف ۔ بقیہ بر صفحہ ۴۵

بین اور نہانی امور کو جاننے والا ہے کہ میرے دل کے اندر دلی تہول کے حالات کو بھی تو جانتا ہے۔ ایسے اعتقاد کو تعلیماً اور قولاً پہیلانا یہہ تو ایک کھلی بات ہے اگر میں نے کیا ہوگا تو تو ضرور ہی جانتا ہوگا۔ میں تیری ذات پاک کی حکمتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ کہ باوجود دانا علی الغیب

بعض لوگ (جو اہل اللہ کی مجالس میں امتحاناً یا استہزاءً حاضر ہوکر اپنی ناقص عقیدت کی وجہ سے محروم عن الفیض پھرتے ہیں)

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۴ - ہونے کے تونے یہ سوال کیا ہے - بارخدایا میں نے تو ان کو وہی بات کہی اور اُسکی تعلیم دی جس کے کہنے اور تعلیم دینے کا تونے مجھے حکم دیا تھا - کہ عبادت بجا لاؤ اسی اللہ کی جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا اپنی زندگی بھر انکو یہی تعلیم دیتا رہا اور ان کو اسی سچے اعتقاد کی پیروی میں لگاتا رہا - پھر جب تونے مجھے وفات دی اور مار کر اُٹھا لیا تو پھر اُن سب کے حالات کا نگران تو ہی تنہا تو ہر ایک بات پر پوری واقفیت رکھنے والا ہے یعنے اُن کی یہہ بد اعتقادی ہوا ان میں پھیلی ہے - میری وفات کے بعد پھیلی ہے اور تو بخوبی جانتا ہے کہ میری زندگی میں وہ ایسے نہ تھے بعد میرے انہوں نے میری تعلیم کو بگاڑا اور یہہ فاسد اعتقاد اپنے آپ سے انہوں نے نکالا یہ انہیں کا قصور اور گناہ ہے اب اسوقت اگر تو انہیں اس بد اعتقادی کے بدلہ میں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں تیرے بس میں ہیں - تیرے بندے ہوکر انہوں نے تیری نافرمانی کی ہے اور تیری ذات پاک کے ساتھ ایسی بد اعتقادی

نہیں ہوسکتا - ہم کہتے ہیں کہ یہہ معرفہ گو انظاہر علم کیتی ہے - لیکن درحقیقت معروف بلام عہد ذہنی (المثیل) مراد ہے - جسکا موصوف بجملہ جزیہ ہونا جایز ہے -

توجیہہ سیوم

اب ہم ایک اور توجیہہ بھی سمجھائے دیتی ہیں جس سے ہماری مقصود مانحن فیہ میں کوئی شبہ باقی نہ رہے - وہ یہ ہے -

کہ امامکم منکم جملہ خبریہ - بقیہ بر صفحہ ۴۶

اپنے ہمعصروں میں بیٹھ کر اہل اللہ کے استحقار اور اہانت کی غرض سے اپنی محرومی کا تذکرہ چھیڑ دیتے ہیں وہ بجز اس کے

اسمیہ بتاویل نکرہ حال واقع ہے - ابن مریم فاعل نزل فعل ماضی ذوالحال سے اور اسکا عامل وہی نزل فعل ماضی ملفوظ ہے - جسکے معنے یہہ ہوئے :
ابن مریم اُتریگا در حالیکہ وہ تم ہی میں سے تمہارا ایک امام ہوگا -
اب ہم ذیل میں اُس آیت کی بابت بھی کچھ لکھتے ہیں - جسے مولوی صاحب نے ثبوت حیات مسیح اور اُن کے **نزول من السما** میں دلیل صریح قطعی سمجھکر لکھا ہے تتمہ بقیہ

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۵ - کو روا رکھا ہے اور اگر تو ان کو بخش دے - اور درگذر کرے تو یہہ طاقت بھی تجھی کو ہے - کیونکہ تو غالب ہے اور تیرا کوئی فعل حکمت و دانائی سے خالی نہیں - تو پورا اختیار رکھتا ہے چاہے انہیں عذاب دے چاہے انہیں معاف کر دے تو ذی اختیار ہے - یہہ جو اظہار حضرت عیسیٰؑ کا قیامت کے دن اپنے موجودگی امت کی بداعتقادی اور گمراہی اسوقت جبتک وہ اپنی وفات کے بعد مسیحی جانا بیان کرتے ہیں - چونکہ حضرت عیسیٰؑ اپنی امت کو تعلیم توحید دیکر چلے گئے اور امت نے یہہ بداعتقادی کی بنیادیں انکی چلے جانے کے بعد رکھیں جسکو وہ خود کہتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد وہ بگڑی چنانچہ مادمت فیہم - اور فلما توفیتنی صاف آیت میں درج ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک وہ امت میں رہے - تب تک امت توحید پر قائم رہی - پھر جب فوت ہوگئے تو امت جیسا کہ اب دیکھا جاتا ہے انکو اور انکی ماں کو دو معبود یقین کرنے لگے - چنانچہ رومن کیتھولک عیسائی اب موجود ہیں اور عموماً عیسائیوں کا الوہیت مسیح پر ایمان ہے - ان الفاظ آیت سے مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے - کہ جب تک

کہ اپنے حریان کو لازوال ترقی دیں - کوئی اور نتیجہ حاصل نہیں کرسکتے - وہ جب تک اپنی بد اعتقادی اور خلاف

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۶ - میں انہیں تھا یعنے زندہ تھا تو میں اسپر شاہد تھا - جب تونے مجھے موت دی تو تو ان کا نگہبان رہا - اور پھر اگر حضرت عیسیٰؑ کے اس اظہار کے ساتھہ سورہ مریم کی وہ آیت واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا - والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا - ملائی جائیں تو اسی دنیا میں حضرت عیسیٰ کا زندہ رہنا اور اسی دنیا ہی میں اپنی مو ت سے مرنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے - ان آیات مندرجہ سورہ مریم میں وہ ذکر درج ہے - جب حضرت مریم حضرت عیسیٰؑ کو علماء یہود سے کلام کرنے کو لے آئیں تو حضرت عیسیٰ نے کہا کہ میں خدا کا بندہ اور نبی ہوں مجکو کتاب ملی ہے اور مجکو

اور حقیقت میں جہانتک ہماری استقرا میں آتا ہے یہی ایک آیت ہے جس سے دوڑ دھوڑ کر ہمارے مولوی صاحبان تمسک کرتے ہیں - ہمارے نزدیک بوجہ من الوجوہ یہ آیت شریف ثبوت حیات اور نزول مسیحؑ میں مستدل بہ قرار نہیں پاسکتی - آیہ شریفہ یہ ہے قال اللہ تعالے وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا الآیہ - لازم تہا کہ اس آیت کا خصم کے سامنے پیش کرنے سے پہلے ہی اپنے گھر میں فیصلہ کرلیا جاتا - اور قطعی طور پر بقیہ بر صفحہ ۴۸

حکم دیا ہی نماز کا اور زکوۃ کا جب تک کہ میں زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھہ نیکی کرنے کا اور مجکو جبار وشقی نہیں بنایا ہے اور مجہہ پر سلامتی ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن کہ مروں گا اور جسدن کہ پھر زندہ ہو کر اٹھوں گا (یعنی بروز حشر) پس جب تک وہ اس

ارادت سے اپنے راستباز مرشد کے موںھ بولے عاشق ہیں تقول شخصے
اُنہیں تو غیروں سے پل بہر کی بہی نہیں فرصت | پکارتے رہیں سدا ہم تو تم پہ مرتے ہیں

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۷ - دنیا میں زندہ رہے بپابندی ادا ء صلوۃ وزکوٰۃ اپنی والدہ کے ساتھہ نیکی کرتے رہے - جس طرح اُنہوں نے یہاں **مادمت حیًّا** کہا - اُسی طرح اپنے اظہار قیامت میں **مادمت فیہم** استعمال کیا - جس سے صریح مراد ہی کہ جبتک دنیا میں زندہ رہی توحید کی تعلیم اپنی امت کو دیتے رہے - جب فوت ہو گئے تو ان سے ادا صلوۃ و ادا زکوٰۃ جو انکی حیات کے ساتھہ کی خصوصیت تہی جاتی رہی اور امت **اُلہین من دون اللہ** کے قایل ہو گئے - اب وہ موافق اپنے ہی اقرار کے بے شک قیامت کو بروز حشر اُٹھیں گے - اور نیز یہہ جو آپ نے فرمایا ہی کہ **یوم ابعث حیًّا** تو اُس سے صرف ایک دفعہ کا ہی اُٹہنا مراد ہے - تو پہر کس طرح صحیح ہو سکتے ہیں علماء گذشتہ کے دو اقوال جو پہلے ذکر ہو چکے ہیں اور زیر بحث **متوفیک** کے انہوں نے موت طبعی اُنپر وارد کرکے پہر زندہ کیا ہے اور آسمان پر مع الجسم پہونچایا ہے حضرت عیسیٰ خود تو یہہ فرماتے ہیں کہ میں بعد وفات پہر قیامت کو زندہ ہوں گا - اور ہمارے

یہ امر قرار پا چکتا - کہ یہہ آیہ ٹہیک مسیح ۴ کے حق ہی میں ہے - تاکہ خصم پر حجت قایم ہو سکتی ہمارے نزدیک تو اس آیۃ میں متقدمین مفسرین کا بہی کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہی -

بیضاوی شریف میں یوں لکہا ہے -

قبل ان الضمیر للقرآن فان فیہ الاعلام بالساعۃ والدلالۃ علیہا بیضاوی صفحہ ۲۸ - پس ایسی آیت جسکا مفہوم اپنے موقع یا محل میں مختلف فیہ ہو خاصم پر -

بقیہ برصفحہ ۴۹

کبھی روحانی فیض سے فیض یاب نہیں ہو سکتے - پس طالب حق کو لازم ہے کہ پہلے اپنے اعتقاد کے چاند کو

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۸ - بعض مفسر برخلاف اسکے انکو یہاں دنیا میں ایک دفعہ موت دیکے پھر یہاں ہی زندہ بھی کر رہے ہیں - تعجب ہے - اگر کوئی شخص یہاں یہ بیان کرے - کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے اظہار قیامت میں جو وفات مراد ہے - وہ نزول آسمان سے بعد کی وفات مراد ہے - کہ جب دنیا میں دوبارہ آکر وفات پائیں گے تو پھر قیامت کے دن اس وفات کا ذکر اظہار میں کرینگے تو یہہ کسی صورت سے درست نہیں ہو سکتا - کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی جس اعتقادی یعنی الٰہین من دون اللہ کا امت میں پھیل جانا بیان ہوا ہے وہ تو اب موجود ہے اور یہ نبی کو کہتے ہیں کہ میری وفات کے بعد پھیلی - جس طرح کا دوبارہ آنا اہل اسلام نے حضرت مسیح کا مانا ہے - اس طرح کی دوبارہ تشریف لانے میں تو وہ صاحب امت نہیں کہلائیں گے - کیونکہ نبوت سے انکو کچھہ سروکار نہیں ہو گا - قرآنی شریعت کے پابند ہونگے - امام الوقت کا اقتدا کرینگے - اور جب فوت ہوں گے تو امت محمدیہ کے مسلمان مرد ہو کر فوت ہوں گے

(۲) دوسرا یہ کہ کسی حدیث یا کسی قول سے یہ ثابت نہیں کہ جس بد اعتقادی کا اپنی وفات کے

حجت نہیں ہو سکتی - کیونکہ ممکن ہے کہ خصم کے نزدیک وہی معنے مراد ہوں جو دوسرے قول سے ظاہر کئے گئے ہیں - اگر ہم اس آیت کو مسیح عم کے حق ہی میں مان لیں - تو بھی ہماری مقصود مانحن فیہ کے منافی نہیں - کیونکہ یہہ بدیہی امر ہے کہ ہر ایک نبی بجائے خود ایک نشان اور قوی ثبوت قیامت کا ہوا کرتا ہے اسلئے کہ ہر ایک نبی کا کام یہ ہوتا ہے کہ قیامت کے وقوع پر دلایل بیّنہ اور حجج محکمہ قایم کرے چنانچہ رسول اکرم صلعم - بقیہ برصفحہ ۵۰

شبہات اور توہمات کے گہن سے بچاوے جب ارادت کامل
اور مناسبت تامہ کی بلندی پر چمک اٹھے تو اپنے سیچے

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۴۹ - بعد حضرت عیسیٰ خود اقرار فرماتے ہیں وہ ان کے دوبارہ آنے کے بعد پھیلے گی - بلکہ اس دوبارہ تشریف آوری سے تو سب بد اعتقادیوں کا دور ہو جانا اور ہر کا ہ اسلام کا پھیل جانا اور نیکی اور روشنی اور توحید اسلام کا اشاعت پذیر ہونا وغیرہ وغیرہ بیان کیا جاتا ہے جو لوگ ان کے وفات سے دوبارہ آنے کے بعد کی وفات کے قائل ہیں وہ الہین من دون اللہ کی بد اعتقادی والے فرقے کا پھر بعد نزول مسیح اور اشاعت توحید کے پیدا ہونے کا ثبوت حدیث نبوی سے پیش کریں - ایک فرقہ تو عیسائی کا رومن کیتھولک تو اب موجود ہے جو اللہ کے سوا حضرت عیسیٰ اور ان کے ماں مریم کو الہین من دون اللہ یقین کرتا ہے اور الوہیت مسیح کی تو کل عیسائی قائل ہیں

لئے فرمایا ہے ہیں اور قیامت ان دونوں باہم پیوستہ انگلیوں کی مانند ہیں اور دونو انگلیوں سے اشارہ بھی کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم بھی قرب قیامت کے نشانوں میں سے ایک پورا نشان ہیں - پس جیسے ہر ایک نبی قرب قیامت کا ایک نشان ہوتا ہے اسی طرح حضرت مسیح کے وجود کو بھی قیامت کا نشان - یا علم یعنے بالعلم بہ جیسے دوسرے لفظوں میں ثبوت کہہ سکتے ہیں سمجھ لینا چاہئے - بقیہ بر صفحہ ۵۱

اور اسی بگاڑ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی وفات کے بعد پھیل جانا ظاہر کرتے ہیں اس سے صاف ثابت ہے کہ بے شک وہ اس وقت مر چکے ہوئے ہیں اور اب دوبارہ نہ آئینگے اگر انہوں نے دوبارہ آنا ہوتا تو امت کی اس بد اعتقادی کا فیصلہ اور اس کی تنبیہ جواب پہلی ہوتی ہے

مرشد کے روحانی نور کے عالم افروز سورج کے پیچھے لگا دے تا فیضانی تجلیات کے اقتباس سے اُس کے پہنا میدان کے قلبی آنگن میں (جو طرح طرح کے عجیب و غریب استعدادات کے اسباب سے بھرا ہوا ہے) لا زوال روشنی بخش دے۔ اور مرشد کے روحانی نور کے انعکاسی جذبات اُسکی جاذبہ و منجذبہ

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۵۰ - قیامت پر نہ رکھی جاتی۔ اور اس میں ہرگز کسی طرح کا شک نہیں اور یقیناً یہی سچ ہے کہ مسیح اسرائیلی کو قرآن مجید نہایت وضاحت کے ساتھ اس سرائے فانی اور دار ناپایدار دنیا سے رخصت کر رہا ہے۔ جن لوگوں نے قرآن مجید کی ان صریح آیات کی تاویلات کی ہیں جن میں اسرائیلی مسیح ابن مریم کا ذکر ہے۔ اور ان غلط تاویلات کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ احادیث سے مسیح اسرائیلی بن مریم کا نزول ثابت ہے۔ انہوں نے عیسائیوں کی بے ثبوت روایات کو بلا تحقیق تسلیم کر کے ظاہری الفاظ کے معنے

اُن کے نزول من السماء اور بقاء حیات کے لئے آیتہ متذکرہ بالا کو دلیل گردانا محض عبث ہے۔ قرآن اور احادیث میں علامات قیامت بڑی صراحت کے ساتھ بیان ہوئی ہیں اگر حضرت مسیح اسرائیلی علیہ السلام کا دوبارہ آنا بھی قیامت کی علامات کے اظہار کے لئے ایک اہم اور قابل ایمان مسئلہ تھا تو ضرور تھا کہ ایسے رکن دین مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ منصوصات میں بیان - بقیہ بر صفحہ ۵۲

تاویل سے بدل دیئے ہیں۔ دو متوں میں مسیح برادر نہیں ہو سکتیں - قرآن شریف تو فوت مسیح اسرائیلی بیان کرتا ہے اور حدیث صرف نزول ابن مریم کی پیشگوئی کرتی ہے فتدبر - **حامد**

دونوں قوتوں کو (جو ظاہری اہوزیہ کے استحصالی جذبات کے باہمی تصرفات سے سخت تر کم زور ہو گئی ہیں) اپنی فیضانی

کیا جاتا - کیونکہ باری تعالے عقاید کے امور کو مجملات و متشابہات کی ایچا پیچیوں میں ڈال کر مومنین کی عقلوں کو سرگرداں کرنا کیوں روا رکھتا - اس مسئلہ کو بجائے نصوص کے علماء کے ذہنوں کی بلند پروازیوں نے تراش خراش دیکر خواہ مخواہ سادہ مومنوں کے گلے کا ہار بنایا ہے - ہم یہاں ایک حدیث نقل کرنی ضروری سمجھتے ہیں جس سے ہمارا مقصود یہ ہے - کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں اور علامات قیامت کی اس حدیث میں بیان فرمائی ہیں - اگر مسیح اسرائیلی کا نزول من السماء بڑی بھاری اور ضروری (جیسا مانا جاتا ہے) اشراط الساعۃ سے تھا تو ضرور آپ اسکا بھی ذکر کرتے -

مسلم نے ایک طویل حدیث میں ذکر کیا ہے کہ جناب جبریل علیہ السلام سائل کے بھیس میں حضرت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئے اور من جملہ اور سوالوں کے جنکا ذکر اس حدیث میں ہے قیامت کی بابت بھی سوال کیا - اسکے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں تم سے اس بارہ میں کچھ زیادہ نہیں جانتا - پھر جبریئل نے عرض کیا اچھا تو نشان ہی بتا دیجے - آپ نے فرمایا کہ جس وقت لونڈی اپنے آقا کو جنے گی - اور ننگے بکریاں چرانے والے کمینے بڑی بڑی عالی شان عمارتیں بنائیں گے - تو سمجھ لینا کہ قیامت آ گئی -

لذتوں سے اصل الکمال روح پرور لذائذ ربانیہ کے حصول کی طرف توجہ دلاوے - جو دنیا و مافیہا کی لذتوں سے نرالی لذتیں ہیں - ع

پس از سی سال ایں معنے محقق شد بخاقانی
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

طالب حق کے لئے ضرور ہے - کہ پہلے ہی سے اپنے روحانی طبیب کے ساتھ ظاہری علایق اور وسائط کی جانب در صورت عدم

اب ہم ظاہری معنے اس آیت کے جو کتاب اللہ کے نظم ونسق اور رسول کلام کے رو سے مفہوم ہوتے ہیں - مع اسکے ماقبل اور مابعد کے لکھتے ہیں - طالب حق غور سے دیکھیں -

قال اللہ تعالے ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منہ یصدون ہ وقالوا ءالھتنا خیر ام ھو ما ضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون ہ ان ھو الا عبد انعمنا علیہ وجعلنہ مثلا لبنی اسرائیل ط ولو نشاء لجعلنا منکم ملئکۃ فی الارض یخلفون ہ وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا واتبعون ہ ھذا صراط مستقیم ہ

جب ابن مریم بطور مثال کے ذکر کیا گیا تو اچانک تیری قوم (قریش) تالیاں بجانے لگے - (ہنسی کھیلی سے) اور کہنے لگے ہمارے معبود بہتر ہیں - بقیہ برصفحہ ۵۴

اور اُس کے توسط سے دنیاوی مدارج یا وجوہ قطع نظر کرے۔ اور اُس کے توسط سے دنیاوی مدارج اور ظاہری برکات کے استحصال کا خیال نہ رکھے۔ تا اُسکی روحانی ترقی کے لیے مانع اور حاجب نہو۔ بالکل باطنی فیضان اور روحانی لمعان کے اکتساب کے لیئے اپنے ارادت مندول کو وقف سمجھے۔ محض دینی خدمات کے بہم پہونچا لنے والے

یا وہ (ابن مریم) مقصود اُن کا یہہ تہا کہ جیسے ہم اپنے بتوں کو پوجتے ہیں ویسے ہی نصارے بہی مسیح ع کی پرستش کرتے ہیں اور انہیں خدا مانتے ہیں۔ پس اگر ہم اور ہمارے معبود دوزخی ہیں تو مسیح بھی ضرور دوزخ میں جائیں گے اور اگر مسیح ع دوزخ میں گئے۔ تو ہمیں بہی اپنے معبودوں سمیت اُنکی ہمراہی منظور ہے۔ تب اللہ تعالے نے اُن کے رد میں فرمایا کہ یہہ سب کے سب تجہہ سے ذکر نہیں کرتے مگر لڑنے جھگڑنے کو کیونکہ یہہ جھگڑالو قوم ہے انہیں کچھ تمیز بین الحق والباطل مطلوب نہیں یہہ تو صرف الزام ہی دینا چاہتے ہیں۔ ابن مریم کوئی معبود نہیں وہ تو ہمارا ایک عاجز بندہ ہے جسپر ہمنے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیئے اپنی قدرت کے اظہار کا نمونہ ٹھہرایا جسکا سچا واقعہ ہماری قدرت کاملہ اور وقوع یوم النشور کا پورا ثبوت ہے۔ اے مشرکین اگر ہم چاہیں تو تمہاری عوض زمین میں اپنے فرشتے بھیج دیں۔ جو تمہاری جا بجا توحید اور تحمید میں سرگرم رہیں اور ٹھیک فرشتوں کا بھیجنا قیامت کے قیام کا نشان یا ثبوت ہے۔ پس ہرگز تم اس میں شک مت لاؤ اور میری تابعداری کرو یہی ہے راہ سیدھی یعنے قیامت کے انکار اور توحید کے نہ ماننے سے۔ بقیہ بر صفحہ

اسباب کے حصول کی غرض سے اپنی مستعار حیات کے حاصل جسم کو اس ہادی کی سپرد کر دیوے - جیسے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے مالی حالی جانی مکانی ہر قسم کے سرمایہ کو رسول اکرم نبی معظم صلے اللہ علیہ وسلّم کی رضا کا قربان کر کے سچے مولا کے قُرب و عزت کے عالیہ مراتب کا فوز حاصل

اگر ہم چاہیں تو تم پر قیامت واقع کر دیں فرشتوں کو نازل فرماویں تمہیں نیست نابود کر دیں (فرشتوں کا نازل فرمانا یا دکھانا قیامت ہی کے واقعہ سے مراد ہے)۔ اسدن مشرکوں کی اُس وقت کی توحید اور تحمید کچھ کام نہ آوے گی - جیسے اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ بھی فرمایا ہے۔ یوم یرون الملئکة لا بشری یومئذ للمجرمین ویقولون حجرا محجورا - جسدن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اسدن مجرموں کے لئے کوئی خوش خبری نہیں اور اللہ کے فرشتے کہیں گے آج تم ہر طرف سے بند کئے گئے ہو۔

باز آمدم بر سرِ مطلب

ان مولوی صاحب کو ہم خوب جانتے ہیں یہہ حضرت مرزا صاحب کے پُرانے دشمن ہیں۔ آپ ہمیشہ میلاد کی محفلوں میں حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے بجائے جناب مرزا صاحب کی نسبت سب وشتم اور ہجو تبیح سے اردو خوان زبان کو تر فرماتے رہتے ہیں - آپ ایک بہاری قابل افتخار یادگار اور عمل جاری دنیا میں چھوڑ جانے والے ہیں جسکا انبار در ثواب امید ہے کہ بعد انتقال کے آپکی روح پر فتوح - بقیہ بر صفحہ ۵۶

کیا - پھر اسی برکت سے اُنہیں ظاہری کمالات اور دنیوی مدارج

بھی حاصل ہوئے -

یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان کے لئے جس طرح ظاہری جسمانی

زندگی اور اُس کے بسر کرنے کے لئے ظاہری سامان ملے

ہیں - ویسے ہی اُس کے واسطے روحانی حیات اور اُسکے

کو غیر منقطع طور پر پہونچتا رہیگا - اور وہ یہہ ہے کہ آپ نے بکہ معظمہ بین سعی بلیغ کرکے

اور بیسیوں علماء کے آستانوں کا **طواف** کرکے اور سیکڑوں کے **حجر** در کو چوم چوم

کر حضرت اقدس مرزا صاحب کی تکفیر کا فتویٰ تیار کروایا - **شاباش** - این کار از تو

آید و مرداں چنین کنند - بل بے مردا تیری مردی! خانۂ خدا کو اسی لئے جایا کرتے

ہیں کہ بندگان خدا کے لئے وہاں سے **اخراج عن الاسلام** کے پروانے لاویں

اور حتی المقدور اسلام و مسلمانان کا نمبر گھٹانے کی تجویزیں اُس پاک سرزمین سے سوچ کر

آویں - ہمیں سخت افسوس آتا ہے جب ہکو ان لوگوں کے مقابل میں مجبوراً قلم اُٹھانا

پڑتا ہے - اس لئے کہ ان لوگوں کے مباحث و اعتراضات میں کوئی علمی نکتہ اور قابل جوڑ

محققانہ دقیقہ تو ہوتا نہیں نری عامیانہ تو تو مَیں مَیں ہوتی ہے اَور حقیقت میں بات

یہ ہے کہ اُن ملاؤں کو مخاطب بنانا گویا اُنکی شان بڑھانا ہوتا ہے - یہ اشتہار ہمنے

بڑے شوق سے دیکھا تھا کہ کوئی اس میں جدید بات ہوگی - مگر افسوس ہے قدیم ملایانہ پن

ہی نکلا - ایک بات بھی ایسی نہیں جو قابل التفات ہو -

آخر میں - ہم مولوی صاحب اور اُن کے ہم مشربوں [illegible]

۵۷ بقیہ - صاحبان مولوی جلد [illegible]

پورا کرنے کے لئے باطنی اسباب بھی عطا ہوئے ہیں بلکہ در حقیقت
یہ ظاہری زندگی بھی اُسی روحانی زندگی کے پورا کرنے کیلئے
واسطہ ٹھہرایا گیا ہے۔ پس باسعادت وہ ہی لوگ ہیں جو اس ظاہری
زندگی کو باطنی زندگی کے بسر کرنے کے لئے اعلےٰ درجہ کی کوششوں
اور مجاہدوں میں صرف کردیں۔ اور اُس ابد الآباد زندگی کے لئے
جو در حقیقت اسی روحانی زندگی کا فوٹو ہوگا۔ اور یہی الٰہی
محبت اور الٰہی دیدار اُس کے موجودہ جسموں کی تربیت کے لئے

اور ان کے ہم مشرب وہم مذاق جملہ مولوی صاحبان کو ایک مزے کی نصیحت کرتے ہیں کہ تھوڑی
دیر کے لئے خانگی مناقشات کو بالائے طاق رکھکر جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو اپنا سرغنہ
و پیشوا مان لیں۔ کیونکہ ہمارے بٹالوی صاحب اس وقت چشم بد دور سرامد علمائے پنجاب ہیں اور انکا
دعویٰ بھی ہے کہ اگر انکا قلم مرزا صاحب کے مقابلہ پر اُٹھ کھڑا ہوا تو پھر ہندوستان بھر میں مرزا صاحب کو
کوئی نہ مانے گا۔ سو اب ماشاء اللہ ہمارے شیخ صاحب میدان میں نکل تو پڑے ہیں۔ باقی علماء کا کام
صرف یہہ ہونا چاہئے کہ شیخ صاحب کی پیٹھ ٹھونکا کریں۔ مولوی محمد حسین صاحب جسقدر
نقل اقوال علما اور کتابوں کے حوالے دینے میں تبحر رکھتے ہیں مولوی غلام دستگیر صاحب
کا ذہن اُس سے یقیناً قاصر ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ معزز قصوری صاحب ہماری نصیحت
کی قدر کرینگے۔ اور غنیمت سمجھیں گے کہ ایک بہادر بٹالوی صاحب اپنے تمام عینی۔ علاتی۔ اخیافی بھائیوں
کی طرف سے وکیل بنکر ایک فرض کفایہ کا بوجھ اُن کے سر سے ٹالنا چاہتے ہیں۔ آخر میں ہم یہ بھی
کہے دیتے ہیں کہ ہمارے بزرگ بٹالوی صاحب اور ہمارے حضرت اقدس سلمہ الرحمان باقی برصفحہ ۵۸

کافی زاد سمجھا جائے گا) اسی ظاہری زندگی کی وساطت سے توشہ اُٹھالیں ؛ شعر

از رباطِ تن چو بگذشتی دگر معمورہ نیست

زاد راہے ہر کئے داری ازیں منزل چرا

وہی لوگ سند یافتہ بیرسٹروں اور وکلا کی طرح عدالت عالیہ الٰہی سے جسکا اجلاس عنقریب قایم ہونے والا ہے آزادانہ رجوع اور دخل کا استحقاق حاصل کرکے عنایت کے ہال میں رحمت اور فضل کی چوکیوں اور بنچوں پر بمقتضائے (علی سرر موضونۃ متکئین علیہا متقابلین) متقابل بیٹھیں گے۔ پہر سب کے سب ملکر الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نتبوء من الجنۃ حیث نشاء فنعم اجر العاملین کا ایڈرس جناب باری میں شکرگذاری کے لئے پیش کرینگے۔ پہر لایسمعون فیہا لغواً ولا تاثیما الا قیلا سلاما سلاما کی سبارکبادیاں لے ویکرو لیسقون فیہا کاسا کان مزاجہا زنجبیلا کی مہمانیاں اُڑاکر وماہم منہا بمخرجین کی تسلی پاکر اپنے آخری دعوی وآخر دعویہم ان الحمد للہ رب العلمین کا پرجوش اقبال کرینگے ؛

کی باہمی حالات کے بابت مثلاً ومفہوماً یہ دو شعر شاہد حال ہیں۔ ؎

دلِ ظالم بقصدِ کشتنِ ما ؛ دلِ مظلوم من بسوئے خدا

او در اندیشۂ تا بما چہ کند ؛ من درین فکر تا خدا چہ کند

ضروری تحقیق

اب آخر میں ہم اُن دو لفظوں کی تحقیق کرتے ہیں جنکے سمجھنے میں ہماری مفسرین اور علما نے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اور کلام ربانی اور الفاظ نبوی کے معانی کچھ کے کچھ سمجھ لئے ہیں۔

(پہلا لفظ **رفع** ہے) جو قرآن کریم میں اکثر جگہ استعمال کیا گیا ہے، اصل لغت میں رفع کے معنے اُٹھانا ہے۔ برخلاف وضع کے جسکے معنے نیچے رکھنا ہے لفظ رفع معانی مفصلہ ذیل میں مستعمل ہوتا ہے۔ **اوّل** کسی حاکم کے پاس قصہ لیجانا جیسے عام محاورہ میں مرافعہ کہتے ہیں۔ اسکا صلہ ہمیشہ **علی** کے ساتھ آتا ہے۔ رفیعہ اُس قصہ یا قضیہ کو کہتے ہیں جو حاکم پر پیش کیا جاوے حدیث میں وارد ہے **کل رافعة رفعت علینا من البلاغ**

دوم بیل وغیرہ کے چلنے یا چلانے میں مبالغہ کرنا اسکا صلہ ہمیشہ **فی** کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے **رفعتها فی الارض یا رفعت فی الارض** لازم و متعدی دونوں طرح مستعمل ہوتا ہے۔ **سیوم** کسی شخص کو کسی کے ساتھ نزدیک کرنا یعنے باہم قربت دینا اسکا صلہ ہمیشہ **الی** سے ہوتا ہے۔ جیسے **رفعته الی السلطان ای قربته الی السلطان** مصدر اسکا رفعان ہے **وقوله تعالی وفرش مرفوعة** ای مقربة

لهم رصراح) وقوله تعالی خافضۃ رافعۃ ای خافضۃ المراتب ورافعۃ المدارج ای مقربۃ الی اللہ وقولہ تعالے ورفع بعضهم درجات ای جعل لہ قربات وقولہ تعالے ورفعناہ مکانا علیّا ای قربتہ لشرف النبوۃ والزلفی عند اللہ (دیکھو بیضاوی وغیرہ) پس رافعک الیّ اور بل رفعہ اللہ الیہ میں بھی یہی معنے **قربت** مراد ہونے چاہیئں اور ضرور ہیں جو قرآن کریم کے عام محاورہ اور صحیح مفہوم کے **مطابق** ہیں اور نیز اس مقام میں صلہ بھی کلمہ **الی** کے ساتھ واقع ہے۔ جس سے صریح **قربت** کے معنے ہی مراد ہیں۔ پس اگر ہمارے علمائے اسلام بھی یہی معنے مراد لیں۔ تو انہیں لاطائل ابحاث اور بے سود تاویلیں کلام ربانی میں نہ تجویز کرنی پڑیں۔ اور لفظ متوفیک رجو اسی باب افتعال سے قرآن کریم میں پچیس مقام میں مستعمل ہے۔ اور ہرجگہ **قبض** روح اور **موت** کے معنے اُس سے مراد ہیں جیسے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا۔ تتوفیہم الملئکۃ ظالمی انفسہم۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ وتوفنا مع الابرار وغیرہ وغیرہ آیات) میں عدول عن الظاہر نہ کرنا پڑے۔ وہ رفع کے معنے بالکل الٹے لے کر یعنے رفع بجسد عنصری سمجھکر معاذ اللہ رب العالمین کے قول کی تکذیب اور تحریف[1] کر رہے ہیں۔ اللہ تعالے نے مسیح ع کے

[1] تحریف سے ہماری مراد تحریف معنوی ہے ۱۲

صاف صاف فرمایا دیا تھا کہ اے عیسیٰ میں تجھے فوت کرنے والا اور
پھر رفعت یعنے قربت بخشنے والا ہوں اُس سے ہمارے علماء نے عدول
کرکے مسنونی اجلک وموخّرك الی اجل مسمی وغیرہ وغیرہ
معانی مراد لیکر اور مسیح ع کو بجسد عنصری صاعدالے السماء مانکر عدول عن الظاہر
اور مرادی معنوں کا خلاف کیا۔ سبحان اللہ مفسر ہوں تو ایسے ہی ہوں کہ
قرآن کریم کو بجائے مفصّل اور محکم کتاب ثابت کرنے کے ایسا پہیلیوں میں ڈالکر
مجموعہ لغز یا چیستان ثابت کردیں نعوذ باللہ من ذٰلك یہ اللہ کا خاص
فضل ہے کہ ان ضعیف الاعتقاد ملاؤں کو کہیں بھی قرآن و حدیث میں رفع
و نزول کے ساتھ لفظ بالجسد العنصری نہیں ملا۔ ورنہ یہ لوگ کب
اس شرک سے باز آنے والے تھے جو انہوں نے اللہ تعالے کی طرح اُسکے عاجز
بندہ حضرت مسیح ع کو حیّ قیّوم صاعد الی السماء و نازل من السماء
و قادر علی کلّ شیء مان رکھا تھا۔ (دوسرا لفظ نزول ہے)
جو قرآن کریم میں کثرت سے مستعمل ہوا ہے۔ النزول اصل لغت میں نیچے
آنا یا تلے اترنا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ عموماً مختلف معانی کے ساتھ مستعمل
ہے کہیں خلق کے معنے مراد ہیں جیسے وانزلنا الحدید فیه باس شدید
وانزلنا من الانعام ثمانیة ازواج کہیں۔ ظہور اور ارسال کے
معنے مقصود ہیں جیسے و بالحق انزلناہ و بالحق نزل کہیں مرۃ یعنی
باری کے معنے لئے گئے ہیں جیسے ولقد راٰہ نزلة اخرٰی کہیں مہمان

اور مہمانی کا مفہوم مطلوب ہے۔ جیسے جنّت الفردوس نزلا کہیں ٹھہرنے اور ڈیرہ کرنے کے معنے قرار پائے ہیں جیسے رب انزلنی منزلاً مبارکاً وانت خیر المنزلین کہیں اس لفظ سے محض اثر اندازی اور القا ہی مراد لیا گیا ہے جیسے فانّہ نزّلہ علیٰ قلبك باذن اللّٰہ۔ پس قرآن کریم میں ہر جگہ حقیقی اور لغوی معنے ہی مقصود نہیں ہوتے کلام ربانی میں حقیقت اور مجاز دونوں طریق مرعی ہیں بلکہ اس لفظ کا قرآن کریم میں مجازی طور پر ایسا استعمال ثابت ہے کہ عموماً حقیقی معنے کے لئے اسکی ساتھ کوئی صریح الدلالۃ لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وانزلنا من السماء ماءً مبارکاً پس لفظ سما اس آیہ شریفہ میں نزول حقیقی کو مراد بتلاتا ہے۔ غرض ان سب صورتوں میں قرآن کریم کے لٹریچر پر نظر ڈالنے سے بخوبی انکشاف ہو جاتا ہے کہ ہر ایک مقام میں اپنی خصوصیت کے ساتھ کوئی خاص معنے ہی مراد ہے۔ ہر جگہ ایک معنے ہی مراد لینا بالکل ناممکن امر ہے پس ایسا ہی احادیث نبویہ پر بھی غور کرنی چاہئے۔ حدیث کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم میں بھی محض ظہور اور معمولی عادۃ اللہ کے موافق نزول مراد لینا ضروری ہے۔ کبوتر کی طرح منڈلاتا ہوا ابن مریم کا آنا ناممکن اور عادۃ اللہ یا سنۃ اللہ کے برخلاف ہے۔[سلہ] اور ایسا اعتقاد گویا معتقدین کی مخبوط الحواسی اور مجنونیۃ کا پورا ثبوت ہے۔ فتدبر۔ منہ عفی عنہ۔

سلہ قدرتی بات ہے کہ جب کوئی شخص دلائل بینہ کے مقابلہ میں سرانداز ہو جاتا ہے اور حقانیت کی تلاش بھی اسکے دل میں نہیں ہوتی تو وہ شخص بعض دفعہ ضد میں آکر اور اکثر اوقات چڑکر مسلمات سے اور واضح اور حق باتوں سے انکار کر جاتا ہے۔ ہمارے کج علما اور اُن کے اندھے مقلد جب عادۃ اللہ۔ سنت اللہ۔ یا "نیچر" کا لفظ سنتے ہیں معاً جھنجھلا کر کہنے لگ جاتے ہیں کہ "عادۃ اللہ پر کس نے احاطہ کیا ہے"۔ "نیچر کی کس نے حد باندھی ہے"۔ "تم سے کس قوانین مرتب اور منضبط کس نے

قصیدہ

از مؤلف

مصرع	نمبر	مصرع	مصرع	نمبر	مصرع
صبا ز موسمِ بہار آمد	۱	خوش نسیمی بلالہ زار آمد	دہر می نازد از قدوم شریف	۹	باعثِ عز و افتخار آمد
غنچہ ہا از نشاط شد خنداں	۲	نخلِ امید دل ببار آمد	از نسیمِ نوید آمد او	۱۰	گلشنِ دیں بہ برگ و بار آمد
حبذا ای عنادلِ اسلام	۳	گلبنِ باغ اقتدار آمد	آتشِ دشمنانِ دیں بنشست	۱۱	نورِ اسلام شعلہ بار آمد
صادق القول عیسیِ دوراں	۴	بہرِ اسلام جاں نثار آمد	ہم مبشر شدہ است ہم منذر	۱۲	وہ چہ نیکو چہ استوار آمد
نورِ ضیاءِ خدا و نشاں دش	۵	بانشان و باعتبار آمد	یا الٰہی کجاست محرمِ راز	۱۳	تا زند بانگ نامدار آمد
ہست موعود آں جنابِ امام	۶	لوحِ الہام درکنار آمد	ایکہ کردی اعانتِ اسلام	۱۴	زاں معینِ تو کردگار آمد
ہم برآمد بجلوۂ ما نور	۷	روشنی بخش روزگار آمد	دینِ اسلام بود بے یاور	۱۵	از تو و اللہ انتصار آمد
آسماں گفت مرحبا سہلاً	۸	ہم زمیں آفریں گزار آمد	ذاتِ تو ہست منبعِ افضال	۱۶	بحرِ فیضِ تو بیکنار آمد

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۶۲ کیے ہیں"۔ افسوس یہاں انہوں نے عقل دور اندیش سے کام نہیں لیا۔ ہم کب اس بات کے قائل ہیں کہ قوانین قدرت کو محدود کیا جا سکتا ہے اور نہ ہماری اصطلاح میں جب ہم سنت اللہ یا قانون قدرت بولتے ہیں وہ قانون قدرت مراد ہوتا ہے۔ جو تمام مذہب سے ناواقف بے باک نیچریوں کا مفہوم و مقصود ہوتا ہے۔ یاد رکھو اس لفظ سے ہماری مراد اور صحیح مراد اس سے وہ قانون قدرت ہوتا ہے جسکی طرف قرآن کریم اشارہ کرتا ہے۔ جیسے فرماتا ہے **سنة الله التي قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا** یہ خطاب ہر ایک مومن کو ہے اور ظاہر ہے کہ تمام صحابہ اور عامہ مومنین اس وسیع نیچر اور لامحدود قوانین قدرت پر تو محیط نہ تھے پھر وہ اس آیہ سے حظ ہی کیا اٹھا سکتے تھے۔ اصل یہ ہے کہ کسی مسلمان پر بھی اس تکلیف مالا یطاق کا بوجھ نہیں رکھا گیا کہ اس بے انت نیچر کے تغیرات و تبدلات اور اسکے راز کا علم حاصل کریں۔ قرآن کریم نے اپنے اندر ایک سنت اللہ

تا کہ ایں سپاس بگذاریم	۱۷	دانکہ شکر تو صد ہزار آمد
گشت خرم جہاں ز آمدنت	۱۸	مقدمت رونق دیار آمد
خاک راہ تو ای طبیب دلہاں	۱۹	سرمۂ چشم انتظار آمد
از ظہور تو وعدہ میدادند	۲۰	شکر حق را کہ روی کار آمد
اہل آزردگان غم پیشہ	۲۱	شاباشید غمگسار آمد
از غم حال پر ملال شما	۲۲	بس پریشان و دلفگار آمد
ہمی سرایہ ہزار نغمہ حق	۲۳	باغ اسلام را ہزار آمد
تو صدق بیان صادق او	۲۴	بہر اعدائے دیں چو نار آمد
حالت قوم خود ہمی بینید	۲۵	از غم قوم اشکبار آمد
از تباہ حالی مسلماناں	۲۶	بیقرار و نزار و زار آمد
از کلامش حصول فیض کنند	۲۷	ہر کہ دانا و ہوشیار آمد
او ز انفاس پاک کراماتش	۲۸	محیی جان مردہ وار آمد

۲۹ مژدہ بادت مبارکا کایں دم
نخل امید تو ببار آمد

بقیہ حاشیہ متعلق صفحہ ۶۳ - اور عادۃ اللہ بیان فرمائی اور اُسکی مثالیں ایام اور واقعات گذشتہ اور انقلابات امم سابقہ اور انسانوں کی عموم حالتوں سے دی ہیں - پس ہماری مراد قانون قدرت سے ہمیشہ یہی سمجھنی چاہئے جو منشاء کلام ربانی ہے - قرآن کریم عادۃ اللہ بتا چکا ہے کہ تمام نبیوں اور انسانوں پر موت فوت وارد ہوا - اور اسی طرح مسیح پر بھی موت وارد ہوئی - کوئی بشر رسول آسمان پر چڑھ نہیں سکتا ھل کنت الا بشرا رسولا اسکا گواہ ہے - پس حضرت مسیح اور کوئی اور بھی آسمان پر چڑھ نہیں سکتا - یہی سنت اللہ ہے - یہی عادۃ اللہ ہے - فتدبر -

عبد الکریم سیالکوٹی

ماہوار مذہبی رسالہ

الحق

قیمت سالانہ پیشگی

جاء الحق وزہق الباطل انّ الباطل کان زہوقا

(القرآن)

ہم سے اکثر احباب نے بار بار باصرار درخواست کی ہی کہ ہندوستان بھر میں کوئی ایسا مذہبی رسالہ نہیں جسکے ذریعہ سے ان مضامین عالیہ کی اشاعت ہوسکے جو آجکل نصرت اسلام کے لئے ضروری ہیں۔ بیشک بعض ایسے رسالے ہیں جو مذہبی حمایت کی غرض سے نکالے گئے ہیں۔ مگر بدقسمتی سے وہ وقت کی ضرورت اور زمانہ کے میلان کو نہیں سمجھتے اور غیر مذہب کے پرزور حملوں کے دفع کرنیکی طرف نہ تو انکی توجہ مائل ہوئی ہی اور نہ انہیں انکے اعتراضات کا علم ہوتا ہے۔ بناءً علیہ ہمنے اللہ تعالےٰ کی توفیق وعون کے بھروسہ پر پختہ ارادہ کیا ہے کہ جولائی ۱۹۱۰ء سے معمولی تقطیع کے ۳۲ صفحوں پر رسالہ نکالا کریں گے ٭

(۱) قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے اور رسالت محمدیہ (علے صاحبہا التحیۃ والثنا) کی صداقت کا ثبوت۔

(۲) سب سے بڑا کام جو اس رسالہ کے ذریعہ پورا کیا جا سکیگا۔ یہ ہوگا کہ جناب رسالتمآب صلعم کی سوانح عمری لکھی جائیگی اور اسکی ضمن میں مخالفین کے اعتراضات کا کافی جواب دیا جائے گا ٭

(۳) حضرت اقدس مسیح الزمان جناب مرزا غلام احمد قادیانی (رحمہ اللہ تعالے) کے متعلق حالات اور بعض وفات اُن کے ملفوظات درج ہوا کریں گے ٭

(۴) حضرت اقدس مرزا صاحب کی متفرق نظمیں جو براہین احمدیہ وغیرہ کتب و رسائل میں مندرج ہیں اور جن میں بڑے بڑے اعلےٰ درجہ کے مضامین توحید باریتعالے اثبات نبوت و دیگر حقایق الہیہ اور تردید مذاہب باطلہ کے متعلق مذکور ہوئے ہیں التزاماً اس میں درج ہوا کریں گے ٭

(۵) اخلاقی تمدنی مضامین جن کا تعلق انسان کی روحانی زندگی سے ہے ٭

(۶) احادیث کے ترجمے اور اُن پر مختصر نوٹ جن میں اخلاقی مضامین ہوں گے۔ آخر میں ہم محض اللہ تعالے کے فضل پر اعتماد کرکے وعدہ کرتے ہیں کہ تا بمقدور اس رسالہ کو اہل اسلام کے حق میں مفید بنانے کی کوشش کرینگے اور اُن تمام نقائص کی تلافی کرنے کی پوری کوشش کریں گے جو آجکل موجودہ رسائل مذہبیہ کی وجہ سے بجائے رفع ہونیکے پیدا ہو رہے ہیں ٭

(۷) اس رسالہ کی قیمت سالانہ پیشگی ہے ـــ ر درخواست کے ہمراہ آنی چاہیے۔ خالی درخواست کرنیوالوں کو پہلا رسالہ وی پی پارسل میں بھیجا جائے گا ٭

المشتہر

ناظم فاروق قصبہ ... مہتمم پنجاب پریس ایڈیٹر پنجاب گزٹ و سٹہ رین ناولسٹ سیالکوٹ